# محمد بن قاسم

اسلم راہی

# تاریخی ناول

# محمد بن قاسم

## اسلم راہی

محمد بن قاسم صرف ۱۷ سال کی عمر میں چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ سندھ آیا صرف ساڑھے تین سال اس نے سندھ کی سرزمین میں قیام کیا اور اس مختصری مدت میں محمد بن قاسم نے پورے سندھ کو فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کر دیا اور سندھ میں ایک منصفانہ اور عادلانہ نظام سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ وہ ایک ایسا سالار تھا جس کی جرأت مندی و دلیری اور انصاف پسندی اور جانثاری کے دوست دشمن سب معترف تھے۔ اس کی دانائی اس کے تدبر اور اس کی رواداری کا سکہ اسکے سارے مفتوحہ علاقوں میں بیٹھا ہوا تھا......

عالم اسلام کا عظیم اور ہندوستان کو فتح کرنے والا پہلا نوجوان مسلم سپہ سالار محمد بن قاسم ۷۵ ہجری کو طائف کے مقام پر پیدا ہوا۔ باپ کا نام قاسم اور دادا کا نام محمد تھا۔ جب بڑا ہوا تو اس وقت مسلمانوں کا خلیفہ ولید بن عبدالملک تھا اور مسلمانوں کا دارالخلافہ دمشق شہر تھا۔

اس وقت مسلمان ایران فتح کر چکے تھے اور چونکہ سندھ کی سرزمین ایران کے نزدیک ہے اور ایرانی سلطنت کی سرحد سندھ سے ملتی تھی اس لئے اس زمانے میں جبکہ ایران اور مسلمانوں کی جنگیں ہو رہی تھیں اور اسلامی فتوحات ایران میں بڑھ رہی تھیں اس دور کے فتنہ پرور ایرانی سندھ میں آ کر پناہ لیتے تھے اور سندھ ان فتنہ پردازوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ خود سندھ کا راجہ داہر بھی اس کوشش میں تھا کہ ایرانی سلطنت کسی طرح قائم رہے دراصل وہ مسلمانوں اور ایرانیوں کے مختلف معرکوں میں ایرانیوں کو عسکری مدد بھی دیتا رہا لیکن جب ایران کی سلطنت پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو راجہ نے کچھ سرحدی ایرانی صوبوں کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا اور ایرانیوں نے بھی کرمان اور بلوچستان کے صوبوں کو سندھ کے راجہ داہر کے سپرد کر دیا تا کہ مسلمان ان پر قبضہ نہ کر سکیں۔

لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے سندھ کو فتح کرنے کی طرف توجہ نہیں دی یہاں تک کہ راجہ داہر نے خود ہی ایک خاص واقعہ سے مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اس کی مملکت پر حملہ آور ہوں۔

اس واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ولید بن عبدالملک کی فتوحات نے اسلامی حکومت کی دھاک دور دور تک بٹھا کر رکھ دی تھی۔ اس وقت کے فرمانروا اور بادشاہ وقت، ولید سے دوستی کی تمنا رکھتے تھے۔

سراندیپ یعنی لنکا کے راجہ کی بھی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح مسلمانوں کے عظیم خلیفہ ولید بن عبدالملک سے

دوستی پیدا کرے چنانچہ اس نے اپنے جزیرے سے آٹھ جہازوں کے ذریعہ ولید بن عبدالملک اور عراق کے والی اور محمد بن قاسم کے چچا حجاج بن یوسف کے لئے انواع واقسام کے موتی وجواہر اور دوسرا بہت سا قیمتی سامان روانہ کیا۔

تحائف سے لدے ہوئے ان جہازوں میں کچھ مسلمان مرد اور عورتیں بھی تھیں جو کعبہ شریف کی زیارت کے لئے اور کچھ دمشق شہر کا سفر کر رہے تھے۔ جب جہازوں کا وہ قافلہ سمندر کے اندر سفر کر رہا تھا تو سمندر کے اندر ہواؤں کے طوفانوں نے ان جہازوں کو بے قابو کر کے دیبل شہر کے ساحل پر پہنچا دیا۔

اس وقت دیبل شہر سندھ کی بندرگاہ اور راجہ داہر کے علاقے کا مشہور شہر تھا۔ یہاں راجہ داہر کا ایک گورنر اور سپہ سالار رہا کرتا تھا۔ یہاں قزاقوں کے ایک گروہ نے جسے نکامرہ کہتے تھے اور وہ دیبل کے باشندے تھے ان جہازوں پر قبضہ کر کے ان جہازوں کو لوٹ لیا اور مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے سارے سامان اور جواہرات پر قبضہ کر لیا۔

کچھ مؤرخین یہاں یہ بھی لکھتے ہیں کہ جو لوگ مسلمانوں کے جہازوں پر حملہ آور ہوئے اور انہیں لوٹا وہ ''مید'' قوم کے افراد تھے مؤرخین یہ بھی قیاس آرائی کرتے ہیں کہ ہو سکتا ہے ''مید، نکامرہ'' قوم کا کوئی ذیلی قبیلہ ہو اس لئے کہ دیبل شہر دراصل ''مید'' قوم کا مرکز تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دیبل کی بندرگاہ کے علاوہ حکمران، سندھ کاٹھیاواڑ کے ساحل پر رہنے والی ساری قومیں جن کا پیشہ لوٹ مار اور قزاقی تھا۔ ان سب کو ''مید'' ہی کہا جاتا تھا۔

اس لئے کہ سندھ پر محمد بن قاسم کے حملہ آور ہونے سے پہلے مکران کا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اور مکران کے مسلمان حاکم ابن عمر کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے پہلے تو شمالی پہاڑی علاقے پر حملہ کر کے فتح حاصل کی اس کے بعد مکران میں ''میدوں'' سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔

''مید'' قوم ساحل سمندر تک دور دور پھیلی ہوئی تھی اس لئے کہ بنو امیہ کے بعد جب بنو عباس کا دور آیا تو سندھ کے گورنر موسیٰ بن عمران نے بھی قندابیل شہر فتح کرنے کے بعد ''میدوں'' پر حملہ کیا اور انہیں مطیع اور فرمانبردار بنایا۔

بہر حال جب دیبل کی مید قوم کے قزاقوں نے جہازوں پر حملہ کیا تو سراندیپ یعنی لنکا کے راجہ کے آدمیوں اور مسلمان عورتوں اور مردوں نے ان قزاقوں کی بہتری منت وسماجت کی کہ ہم یہ مال مسلمانوں کے خلفیۂ وقت کے لئے لے کر جارہے ہیں لہٰذا وہ ان پر حملہ آور نہ ہوں اور انہیں جانے دیں۔

مگران بحری قزاقوں نے مطلقاً کوئی پرواہ نہ کی اور سب کو قید کر کے کہا۔ ''اگر تمہارا کوئی دادرس، کوئی امداد کرنے والا ہو تو اس کے توسط اور ذریعہ سے خود کو خود ہی خرید لو۔''

کہتے ہیں اس موقع پر ایک مسلمان عورت نے چیختے چلاتے ہوئے اپنے خداوندقدوس کے بعد بلند آواز میں کہا۔ ''یا حجاج یا حجاج! اغثنی'' (اے حجاج میری مدد کرو)

کہتے ہیں پکارنے والی یہ مسلمان عورت عربوں کے قبیلے بنو عریز سے تعلق رکھتی تھی۔ ساتھ ہی کچھ مؤرخین کا یہ بھی خیال ہے کہ عورت کا تعلق بنو بر بورا سے تھا۔

بہر حال کچھ مسافر جن کا تعلق ان جہازوں سے تھا اور جو کسی نہ کسی طرح اپنا آپ بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے وہ عراق پہنچے اس وقت خلیفہ ولید بن عبدالملک کی طرف سے عراق کا والی حجاج بن یوسف تھا۔ بچ کر نکلنے والے ان لوگوں نے عراق پہنچ کر جہازوں کو لوٹنے اور مسافروں کو قید کرنے کی اطلاع انتہائی دردناک انداز میں حجاج کو پہنچائی اور یہ بھی کہا کہ اس وقت جبکہ ڈاکو مسلمانوں کو گرفتار کر رہے تھے اور عورتوں پر ظلم توڑے جارہے تھے ایک عورت نے بے اختیار ''یا حجاج یا حجاج! اغثنی'' (اے حجاج اے حجاج میری مدد کو پہنچو) پکارا تھا۔

کہتے ہیں یہ الفاظ سن کر حجاج بن یوسف کا چہرہ غصے میں تپ گیا تھا آنکھیں قہر اور آگ برسا گئیں تھیں۔ دھاڑتی ہوئی آواز میں اس نے تقریباً چلاتے ہوئے کہا۔

''لبیک لبیک!'' (یعنی میں حاضر ہوں! میں حاضر ہوں!) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ واقعات سن کر حجاج بن یوسف بے حد متاثر ہوا اور آبدیدہ سا ہو کر رہ گیا تھا۔

اس حادثے کی اطلاع ملتے ہی حجاج بن یوسف فوراً حرکت میں آیا اور اس نے فی الفور سندھ کے حکمران راجہ داہر کو ایک خط لکھا یہ خط اس نے مکران میں اپنے حاکم محمد بن ہارون کو بھیجا اور محمد بن ہاروں کے نام بھی ایک خط لکھا اور اسے تاکید کی کہ یہ راجہ داہر کے نام جو خط ہے وہ راجہ داہر تک پہنچایا جائے۔ حجاج بن یوسف نے مکران

کے اپنے والی محمد بن ہارون کو یہ بھی تاکید کی کہ جب وہ خط جو میں نے داہر کے نام لکھا ہے تمہارے پاس پہنچے تو اپنے کسی معتبر افسر کو اس قاصد کے ساتھ روانہ کرنا جس کے ہاتھ میں خط بھیج رہا ہوں اور انہیں راجہ داہر کی طرف روانہ کرنا اور راجہ دہر سے کہا جائے کہ وہ ان تحائف کو جو خلیفہ کے لئے لنکا کے راجہ نے بھیجے تھے اور ان بیواؤں، یتیموں، حاجیوں، مردوں اور عورتوں کو آزاد کردے جنہیں دیبل کی بندرگاہ پر قید کرلیا گیا ہے۔

حجاج بن یوسف نے سندھ کے راجہ داہر کے نام جو خط لکھا اس کی تفصیل کچھ اس طرح تھی۔

''ہمارے ملک کے لوگ جو تمہارے علاقے میں قید کر لئے گئے ہیں ان کو باعزت طریقے پر واپس کرو اور مال واسباب کا جو کچھ نقصان ہوا ہے اس کا تاوان ادا کرو۔''

یہ خط جو حجاج نے راجہ داہر کے نام لکھا تھا۔ اس پر حجاج بن یوسف نے اپنے دستخط ثبت کئے یہ خط جس قدر معقول اور شریفانہ انداز میں لکھا گیا تھا اس کا جواب بھی اس قدر معقول ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن راجہ داہر نے اس خط کا جواب نہایت بے پروائی اور فریب سے دیا، اس نے کہا۔

''یہ کام میرا نہیں بلکہ بحری ڈاکوؤں اور قزاقوں کا ہے جن سے میرا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔''

راجہ داہر کی غیر معقولیت اور اس کے فریب اور دھوکہ دہی کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ بعد کے دور میں جب محمد بن قاسم نے ہندوستان پر حملہ کیا اور آگے بڑھتے ہوئے اس نے الور شہر کو فتح کیا تو ان جہازوں کے مسافر الور شہر کے قید خانے سے نکالے گئے تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اگر بحری ڈاکوؤں نے ان مسافروں کو گرفتار کیا تھا تو سرکاری جیل خانے مین ان کے برآمد ہونے کی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی تھی سوائے اس کے کہ راجہ داہر کے جواب کو ایک فریب سمجھا جائے۔

سندھ کے راجہ داہر کا یہ جواب جب عراق کے مسلمان والی حجاج بن یوسف کو ملا تو اس نے مسلمانوں کے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پاس ایک عرضداشت بھیجی اور تمام حالات لکھ کر سندھ پر حملے کی اجازت طلب کی۔

لیکن ولید نے اس کی اجازت نہ دی حجاج نے چند دن کے بعد پھر بارگاہ خلافت میں لکھا۔

''میرا خیال ہے امیر المومنین نے کثیر اخراجات کی وجہ سے سندھ پر حملے کی اجازت نہیں دی لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس مہم میں جس قدر رقم خرچ ہوگی میں اس سے دگنی رقم شاہی خزانے میں جمع کرانے کا پابند ہوں گا۔''

حجاج بن یوسف کی یہ عرضداشت جب دمشق میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پاس پہنچی تو اس نے سارے احوال کا جائزہ لیتے ہوئے حجاج بن یوسف کو سندھ پر حملہ آور ہونے کی اجازت دے دی تھی۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کی طرف سے اجازت ملنے کے بعد حجاج بن یوسف نے اپنے ایک سالار عبداللہ بن نبہان کو ایک لشکر دے کر دیبل پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ عبداللہ بن نبہان دیبل پہنچ کر حملہ ہوا اور شجاعت و دلیری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کلفٹن میں جو عبداللہ شاہ کا مقبرہ ہے یہ دراصل عبداللہ بن نبہان ہی کا مقبرہ ہے جو سندھ کی فتح کے لئے آئے تھے اور جن کو حجاج نے دیبل پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا۔

بہرحال جب عبداللہ بن نبہان دیبل پر حملہ آور ہوتے ہوئے شہید ہو گئے یہ مہم ناکام ہوئی تب حجاج بن یوسف نے اپنے ایک اور سالار بدیل کا انتخاب کیا۔

بدیل اس وقت عمان شہر میں قیام کیے ہوئے تھا۔ حجاج بن یوسف نے اس کے لئے حکم جاری کیا کہ وہ فی الفور دیبل پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر جاؤ۔ بدیل کے ساتھ اس وقت صرف تین سو مسلح جوان تھے۔

اس کے ساتھ ہی حجاج بن یوسف نے مکران کے اپنے مسلمان والی محمد بن ہارون کو فرمان جاری کیا کہ بدیل تمہارے پاس پہنچ رہا ہے تم اپنی طرف سے اسے تین ہزار کا ایک لشکر مہیا کرو تا کہ اس لشکر کے ساتھ وہ دیبل پر حملہ آور ہو کر اپنے جنگی قیدیوں کی رہائی کا سامان کرے۔

بدیل حجاج کا حکم ملتے ہی عمان سے مکران پہنچا مکران کے مسلمان والی محمد بن ہارون نے تین ہزار کا ایک لشکر مہیا کیا اور اس لشکر کو لے کر بدیل مکران سے دیبل کی طرف روانہ ہوا۔

دوسری طرف اہل دیبل کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ مسلمانوں کا ایک اور سالار تین ہزار کے لشکر کے ساتھ دیبل پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے لہٰذا انہوں نے مسلمانوں کے لشکر کی آمد کی اطلاع راجہ داہر کو کر دی تھی۔ ردعمل کے طور پر راجہ داہر نے فی الفور اپنے لڑکے جے سینا کو 4 ہزار سواروں کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا یہ سوار اونٹوں، گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار تھے۔ لہٰذا راجہ داہر کا یہ 4 ہزار کا لشکر دیبل کی طرف روانہ ہوا۔

راجہ داہر کے بیٹے جے سینا سے پہلے ہی بدیل اپنے لشکر کے ساتھ دیبل پہنچ چکا تھا اور دیبل کے جس لشکر نے شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کرنا چاہا اسے بدیل نے بدترین شکست دے دی تھی۔اس طرح وہ لشکر شہر میں محصور ہو گیا تھا۔

اتنی دیر تک 4 ہزار کا لشکر لے کر راجہ داہر کا بیٹا بھی وہاں پہنچ گیا۔ مسلمانوں اور راجہ کے لشکر کے درمیان دیبل کے نواح میں گھمسان کا رن پڑا۔

کہتے ہیں یہ لڑائی صبح سے شام تک جاری رہی دونوں طرف کے لشکری بڑی بہادری اور جرأت مندی سے لڑے قریب تھا کہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہو جاتی کہ بدیل کا گھوڑا راجہ داہر کے لشکر کے ہاتھوں کو دیکھ کر بھڑکا اور بدکا اس پر بدیل اپنے گھوڑے سے گر پڑا اس کا گھوڑے سے گرنا تھا کہ راجہ داہر کے لشکریوں نے اسے گھیر کر گرفتار کر لیا اور اسے شہید کر دیا۔

اس طرح مسلمانوں کے سپہ سالار کے جنگ میں شہید ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو پسپائی اختیار کرنا پڑی اس طرح دوسری بار بھی مسلمان دیبل کو فتح کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حجاج بن یوسف کو جب بدیل کے دیبل کے نواح میں شہید ہونے کی خبر ملی تو اسے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا اس کے دکھ اور افسوس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے مؤذن سے التماس کی کہ جب تو اذان کہے تو اذان کے بعد مجھے ہر روز بدیل کا نام یاد دلایا کرے تا کہ میں اس کے لئے اس وقت تک دعا کرتا رہوں جب تک میں اس کا بدلہ نہیں لیتا۔

کہتے ہیں بعد میں ایک شخص جو بدیل کے ساتھ جنگ میں شامل تھا حجاج بن یوسف کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حجاج بن یوسف کے سامنے بدیل کی شجاعت و جرأت مندی کے واقعات بیان کئے اس نے وہ سارے حالات حجاج بن یوسف سے کہے جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔اس نے حجاج سے یہ بھی کہا کہ میں اس وقت وہیں تھا جب بدیل شہید ہوا اور لسکر اسلام کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

جب وہ تمام واقعہ بیان کر چکا تو حجاج نے بے پناہ غصہ اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

”اگر تو بہادر آدمی ہوتا تو بدیل کے ساتھ جان دے دیتا اور واپس نہ آتا۔“ پھر اس نے حکم دیا کہ اس شخص کو

سزا دی جائے۔ بدیل کی شہادت کے بعد سندھ میں نیرون شہر کے لوگوں نے مسلمانوں سے ڈر کر آپس میں مشورہ کیا کہ یقیناً عرب اپنے مرنے والے سالاروں کا انتقام ضرور لیں گے اور ان کے حملے کا پہلا نشانہ بھی ہم ہی لوگ بنیں گے اگر ان کے زبردست انداز میں حملہ آور ہونے سے پہلے ہی ہم ان کی اطاعت قبول کرلیں تو ہمارا شہر بربادی اور تباہی سے محفوظ رہے گا۔

نیرون نام کا یہ شہر موجود، حیدر آباد تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ حیدر آباد کا پورا نام پہلے نیرون ہی تھا۔ اس شہر کی بنیاد نبوت اور ہجرت کے درمیانی عرصے میں پڑی مغلوں کی فتح کے بعد اس شہر کا نام حیدر آباد مشہور ہوا اس لئے کہ ایک حاکم حیدر علی ارغون نے اس شہر کو نئے سرے سے تعمیر کرایا تھا۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد نیرون شہر کے لوگوں نے حجاج بن یوسف سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا اس وقت نیرون شہر کا حاکم ایک شخص سندر تھا وہ بدھ مت کا پیروکار تھا اور راجہ داہر کا ماتحت بھی تھا۔ اس نے راجہ داہر کو بتائے بغیر ایک وفد اپنی طرف سے حجاج بن یوسف کی طرف روانہ کیا اور حجاج بن یوسف کی خدمت میں گزارش کی کہ وہ مسلمانوں کے مطیع اور فرمانبردار ہو کر رہنا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی سندر نے جذبہ دنیا قبول کرتے ہوئے مسلمانوں سے امن کی درخواست بھی کی تھی۔

حجاج بن یوسف نے نیرون شہر کے حاکم سندر کی اس استدعا کو قبول کرلیا جواب میں اس نے سندر کو تسلی اور تشفی دیتے ہوئے کہا کہ تم لوگ اپنی طرف سے بھی کوشش کرو کہ مسلمانوں کے قیدیوں کا کھوج لگا کر ان کی رہائی کا سامان کیا جاسکے۔ اس طرح نیرون شہر کے حاکم سندر نے مسلمانوں کے بڑے حملے سے پہلے ہی حجاج بن یوسف سے رابطہ قائم کرکے اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کرتے ہوئے اپنے اور نیرون شہر کے لوگوں کے لئے اماں حاصل کرلی تھی۔

مسلمان سالار بدیل کے شہید ہونے اور مسلمانوں کی اس دوسری ناکامی کے بعد حجاج بن یوسف نے سندھ پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک اور لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کا سالار اس نے اپنے بھتیجے عماد الدین محمد بن قاسم کو مقرر کیا۔

☆......☆......☆

محمد بن قاسم کا حلیہ بیان کرتے ہوئے مؤرخین لکھتے ہیں کہ محمد بن قاسم ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی، پیشانی کشادہ بازو گول، کلائیاں چوڑی، بدن کڑیل اور بھرا ابھرا تھا۔ رنگ گلابی اور آواز رعب دار تھی۔ خداوند قدوس نے اسے فولاد کا دل اور جگر عطا کیا تھا۔ قدرت کی طرف سے محمد بن قاسم کو بلند خیال و مستحکم ارادے اور بہادری کے جوہر عطا ہوئے تھے۔ وہ نہایت ہی خلیق اور حلیم الطبع و نرم رو اور شیریں بیان اور ہنس مکھ تھا ہر چھوٹے اور بڑے سے نہایت میٹھی آواز اور محبت سے گفتگو کرتا۔ لشکر میں اس سے بڑی عمر کے بہت سے لوگ شامل تھے جو اس کے ماتحت تھے وہ ان سب سے بے حد عزت اور احترام کے ساتھ پیش آتا تھا۔

بہر حال حجاج بن یوسف نے سندھ کی سپہ سالاری کے لئے محمد بن قاسم کو منتخب کیا جو اس کے خیال کے مطابق سندھ کی طرف بھیجے جانے والے لشکر کی بہتر کمانداری کر سکتا تھا۔ محمد بن قاسم کی کنیت ابو بہار تھی۔ اس لئے کہ وہ بہار البرگ نام کے پھول کو پسند کرتا تھا۔ اس لئے اس کنیت سے مشہور ہو گیا۔

حجاج بن یوسف جب عراق کا گورنر مقرر ہوا تو اس نے محمد بن قاسم کے باپ قاسم کو بصرے کا حاکم مقرر کیا۔ اسی وجہ سے محمد بن قاسم کی تربیت بصرے میں ہوئی۔ محمد بن قاسم ابھی بچہ ہی تھا کہ اس کے والد نے وفات پائی۔ پانچ سال کی عمر ہی میں اس کی ذہانت و عقلمندی اور شجاعت کے جوہر محسوس ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس کا خاندان غربت کی وجہ سے محمد بن قاسم کو اعلیٰ تعلیم نہ دلا سکا اس لئے محمد بن قاسم دمشق جا کر لشکر میں بھرتی ہو گیا۔

لشکر میں شامل ہونے کے بعد وہ انتہائی قابل تجربہ کار اور جنگ کا بہترین تجربہ رکھنے والے سالاروں کے تحت اپنی خدمات انجام دیتا رہا۔

14 سال کی عمر میں محمد بن قاسم نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے لشکر میں ایک اعلیٰ عہدہ حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ 90 ھ میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو ایران میں کردوں کی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے روانہ کیا اس دور میں کردوں نے جو بغاوت کی تھی اس کے لئے جس لشکر کا انتخاب کیا گیا اس کا سالار محمد بن قاسم کو مقرر کیا گیا تھا اور اس وقت محمد بن قاسم کی عمر صرف 15 سال تھی۔

محمد بن قاسم کو جو لشکر مہیا کیا گیا اسے لے کر ایران کی طرف روانہ ہوا کردوں سے ٹکرایا اور کردوں کو بدترین شکست دے کر ان کی بغاوت کا خاتمہ کر دیا اس کے بعد اس لشکر کے ساتھ محمد بن قاسم ایران کے اندر بڑھتا چلا گیا

اور استخر شہر کو فتح کیا اور اس کے بعد دوسرے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے جرجان شہر کی طرف پیش قدمی کی۔ یہاں تک کہ انہی دنوں محمد بن قاسم نے ایک خاص نقشہ کے مطابق شیراز شہر کی بنیاد ڈالی۔اس سے پہلے شیراز معمولی لشکر کے پڑاؤ اور قیام کے لئے استعمال ہوتی تھی۔

اس کے بعد محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف نے شیراز کا حاکم مقرر کیا اور ایک والی اور حاکم کی حیثیت سے محمد بن قاسم نے نہایت عمدگی اور عدل وانصاف سے حکومت کی۔اسے جو ماہانہ روزینہ ملتا تھا اس میں سے وہ کافی رقم بچا کر تبلیغ اسلام پر خرچ کیا کرتا تھا اور اپنی فرصت کے اوقات میں لوگوں کے سامنے اسلامی موضوعات پر تقریریں کیا کرتا تھا۔جنہیں عوام بڑے ذوق وشوق سے سنتے تھے۔محمد بن قاسم کے خلوص اور ایمانی قوت کی اس دور کے جلیل القدر علماء بھی تعریف کیا کرتے تھے۔

جس زمانے میں حجاج بن یوسف نے ایک بار پھر سندھ پر حملہ آور ہونے کا پختہ ارادہ کیا اس وقت محمد بن قاسم ایران میں مقیم تھا اور اس قیام کے دوران حجاج بن یوسف نے اسے حکم دے رکھا تھا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئی اور رے شہر کو فتح کرے۔

جس وقت حجاج بن یوسف کے حکم کے مطابق محمد بن قاسم رے شہر کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا راستے میں اسے حجاج بن یوسف کا قاصد ملا جس نے حجاج بن یوسف کا خط پیش کیا اور اس خط میں حجاج بن یوسف نے لکھا تھا کہ رے شہر کی طرف اپنی پیش قدمی روک دو اور سندھ پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔واپس شیراجاؤ اور وہاں رک کر اس لشکر کا انتظار کرو جو میں تمہاری طرف بھیجوں گا اور اسے لے کر تم سندھ پر حملہ آور ہونا۔

حجاج بن یوسف نے چھ ہزار کا ایک بہترین لشکر تیار کیا سفر کے لئے چھ ہزار کے اس لشکر کو اس نے چھ ہزار تیز رفتار اونٹ سوار کے بوجھ لادنے اور ضرورت کا سامان اٹھانے کے لئے کئی ہزار اونٹ مزید ان کے ساتھ کردیئے۔اس کے علاوہ بھی اس نے لشکر کو جس جس سامان کی ضرورت تھی وہ مہیا کیا یہاں تک کہ سوئی دھاگے تک کا بھی اس نے ہر لشکری کے لئے اہتمام کیا تھا۔

اس نے لشکر کے لئے خوراک کا اس حد تک انتظام کیا کہ عرب چونکہ سرکہ کو بہت شوق سے کھاتے تھے اس نے روئی سرکہ میں بھگو کر سائے میں خشک کی پھر اس روئی کے گٹھے بنوا کر جہازوں میں روانہ کیے تاکہ جب لشکر کو

سرکہ کی ضرورت ہو وہ روئی تر کرکے اس کو چھان لیا جائے اور لشکریوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو عام رسط کے سامان کے ساتھ ساتھ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کے لئے 30 ہزار دینار کی ایک رقم بھی مہیا کی لشکر کو خشکی کے راستے روانہ کرنے کے علاوہ حجاج بن یوسف نے ضرورت کا سامان اور کچھ لشکری بحری جہازوں میں لاد کر سمندر کے راستے روانہ کئے ان جہازوں کے اندر بڑی بڑی منجنیقیں تھیں جن سے دشمن کے قلعوں اور فصیلوں پر سنگ باری کرکے اپنے لئے فوائد حاصل کئے جاسکتے تھے۔

بہر حال حجاج بن یوسف کا مہیا کردہ لشکر شیراز پہنچا اور وہاں سے اس لشکر کو لے کر محمد بن قاسم اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔ محمد بن قاسم جب اپنے لشکر کے ساتھ مکران پہنچا تو مکران کے مسلمان والی، محمد ہارون نے ان کا بہترین استقبال کیا۔ چند روز تک محمد بن قاسم نے مکران میں قیام کیا اس کے بعد وہاں سے ارمن بیلہ کی طرف روانہ ہوا۔ محمد بن ہارون اس وقت بیمار تھا اور بیماری کے باوجود اس نے اس مہم میں شرکت پر اصرار کیا محمد بن قاسم نے اسے بھی ساتھ لے لیا مکران کی سرحد سے نکل کر سب سے پہلے محمد بن قاسم پنجگور پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کرنے کے بعد چند دن کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ اس نے وہیں قیام کرلیا تھا۔

پنجگور سے روانہ ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے ارمن بیلہ کا محاصرہ کیا اسے بھی فتح کرکے وہاں کچھ دن قیام کیا تاکہ لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع مل جائے یہاں مکران کا والی، محمد بن ہارون جو بیمار تھا فوت ہوگیا اور اسے اسی سرزمین میں دفن کردیا گیا۔

☆......☆......☆

کوچ پر کوچ کرتے ہوئے آخر محمد بن قاسم 92ھ جمعہ کے روز دیبل پہنچا۔ سب سے پہلے وہاں اس نے جمعہ کی نماز ادا کی۔ اتفاق سے اسی دن وہ جہاز بھی ساز و سامان لے کر پہنچے جو حجاج بن یوسف نے لشکر کے لئے روانہ کئے تھے ان جہازوں میں سامان رسد کے علاوہ منجنیقیں اور دوسرا ضروری سامان تھا ان میں جو سب سے بڑی منجنیق تھی اس کا نام عروس تھا جس کو لگ بھگ 500 آدمی کھینچتے تھے اس کو چلانے والا شام کا رہنے والا ایک نشانہ باز تھا۔

دیبل شہر کی آبادی ان دنوں بہت بڑی تھی اس شہر میں ایک عالیشان مندر تھا جس کی وجہ سے شہر کا نام دیبل

تھا اس لئے کہ مقامی لوگ مندر کو دیول کہہ کر پکارتے تھے۔

اس مندر کا ایک گنبد بہت بڑا اور بلند تھا جو بہت دور سے نظر آتا تھا۔ اس گنبد کی چوٹی پر ایک بہت لمبے بانس میں ایک ریشم کا سبز پرچم آویزاں تھا اور اس کا گنبد بھی 40 گز اونچا تھا۔ اس پرچم میں چار پتیں تھیں جس سے متعلق شہر والوں کا یہ اعتقاد تھا کہ جب تک یہ ہوا میں لہرا رہا ہے شہر کو کوئی لشکر فتح نہیں کر سکتا۔ مندر میں اس وقت سات سو پجاری تھے اور شہر کے گرد ایک مضبوط اور مستحکم فصیل بھی تھی۔

محمد بن قاسم جب دیبل پہنچے تو دیبل کے لشکری شہر کے اندر محصور ہو گئے اور شہر پناہ کے دروازے انہوں نے بند کر لئے محمد بن قاسم نے یہ دیکھ کر کہ دیبل کا لشکر شہر پناہ کے دروازے بند کر کے محصور ہو گیا ہے تو اس نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ جا بجا مورچے قائم کئے جائیں ساتھ ہی اس نے سنگ باری کے لئے منجنیقیں نصب کرنے کا بھی حکم دیا۔

اس کے بعد اس نے لشکر کے سامنے خندقیں کھود دیں تاکہ اچانک دشمن حملہ آور نہ ہو سکے۔ شہر کے چاروں طرف خندقیں کھود کر اور مورچے قائم کر کے مسلمانوں نے شہر کو محاصرے میں لے لیا تھا۔

دیبل کا لشکر کبھی کبھی شہر پناہ سے نکل کر حملہ آور ہوتا اور پھر شہر پناہ کے دروازے بند کر کے بیٹھ جاتا اس طرح ایک ہفتہ گزر گیا۔

مسلمان ابھی اسی سوچ و بچار میں تھے کہ شہر کو فتح کرنے کے لئے کونسا طریقہ کار اختیار کریں کہ اچانک ایک دن ایک برہمن شہر پناہ سے نکل کر محمد بن قاسم کے لشکر میں آیا اور محمد بن قاسم سے جان کی امان طلب کرنے کے بعد کہنے لگا اللہ امیر کی عمر دراز کرے ہمیں نجوم کی پرانی کتابوں سے معلوم ہوا ہے کہ سندھ کی سرزمین مسلمان فتح کر لیں گے لیکن جب تک اس بت خانے کے اندر وہ جھنڈا لہرا رہا ہے اس وقت تک شہر فتح نہیں ہوگا۔ اگر کسی طرح اس پرچم کو پارہ پارہ کر کے مار گرایا جائے تو شہر فتح ہو جائے گا۔

محمد بن قاسم نے اس ساری صورت حال سے حجاج کو آگاہ کر دیا۔ جواب میں حجاج کا پیغام آیا اس نے محمد بن قاسم کو لکھا تھا۔

”جنگ کی ابتداء اس وقت کرو جب سورج طلوع ہو رہا ہوتا کہ وہ تمہاری پشت پر رہے تاکہ تم دشمن کی نقل

وحرکت کواچھی طرح دیکھ سکو۔ دن کے ابتدائی حصے ہی میں جنگ شروع کر دینا جنگ شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے نصرت اور مدد طلب کرنا اس کے علاوہ اگر دشمن کا کوئی شخص تم سے رحم اور پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دینا معاف کر دینا۔"

ساتھ ہی حجاج نے یہ بھی ہدایت کی کہ تمہارے پاس جو عروس نام کی سب سے بڑی منجنیق ہے اسے شہر کے مشرق کی طرف نصب کرنا تاکہ سورج تمہاری پشت کی طرف رہے اور پھر اس کا ایک پایہ نیچا رکھ کر سنگ باری اس طرح کرنا کہ مندر کا جھنڈا اور گنبد گر جائیں پھر تمہاری فتح یقینی ہو گی۔

محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کی اس ہدایت کے مطابق اس وقت اپنے حملوں کی ابتداء کی جب آفتاب طلوع ہو رہا تھا منجنیقیں کو نصب کر کے حکم دیا گیا کہ سنگ باری شروع کی جائے سنگ باری ہوتے ہی مندر کا گنبد ٹوٹ گرا اور اس کے اوپر جو جھنڈا تھا گنبد کے ٹوٹتے ہی وہ بھی نیچے آ رہا اس طرح دیبل شہر کے اندر ایک ہلچل مچ گئی تھی۔

اس کے ساتھ ہی شہر کے اندر جو لشکر تھا وہ باری باری نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے لگا۔ مسلمان بھی یہی چاہتے تھے کہ دشمن شہر سے باہر نکل کر روبرو مقابلہ کرے جیسے ہی دیبل کا لشکر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا مسلمانوں نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے ہر طرف سے شدید حملے کرتے ہوئے دشمن کے لشکر کی کافی تعداد کو کاٹ دیا اس طرح دیبل کا لشکر شکست کھا کر بھاگا اور شہر میں گھسنے لگا۔

اسی وقت مسلمانوں نے شہر پناہ کی فصیل پر چڑھنا شروع کر دیا پہلا شخص جو شہر پناہ کی فصیل پر چڑھا وہ کوفہ شہر کا ایک مجاہد ابن خزیمہ تھا۔ اس کے بعد عجل بن عبدالملک بن قیس شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جو بصرہ شہر کے نواح کا تھا۔

دیبل والوں نے جب دیکھا کہ مسلمان شہر کی فصیل پر چڑھ گئے ہیں تو انہوں نے فوراً شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اور امن کے طالب ہوئے۔

اس کے بعد محمد بن قاسم شہر میں داخل ہوا اور شہر کے اندر جو لشکر تھا اس کے ساتھ گھمسان کا رن پڑا ان کا خوب قتل عام کیا اس طرح دیبل کو محمد بن قاسم نے فتح کر لیا۔ شہر کے فتح ہوتے ہی راجہ داہر کی طرف سے جو

دیبل کا حاکم تھا وہ بھاگ گیا۔یوں دیبل شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

دیبل شہر کے قید خانے میں مسلمان قیدیوں میں سے بھی کچھ تھے اس طرح ان قیدیوں کی وہاں موجودگی سے راجہ داہر کے فریب اور دھوکے کا پتہ چلتا ہے اس نے جواب دیا تھا کہ یہ کام بحری قزاقوں کا ہے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

دیبل کے فتح ہونے پر راجہ داہر کے اس فریب کا پردہ اس طرح چاک ہوا کہ محمد بن قاسم نے جیل کے داروغہ کو جس کا نام کبلہ تھا بلوا کر حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے داروغہ بڑا عقلمند و ہوشیار اور ہندوستان کا ایک اچھا ادیب خیال کیا جاتا تھا اس نے محمد بن قاسم کو مخاطب کر کے کہا۔

''قبل اس کے کہ آپ مجھے سزا دیں آپ مسلمان قیدیوں کو جیل خانے سے بلا کر پوچھیں کہ میرا سلوک ان کے ساتھ کیسا رہا؟ اور میں نے ان کے آرام اور سزا کو ہلکا کرنے میں کس قدر کوشش کی۔جب تک آپ یہ معلوم نہ کرلیں اس وقت تک مجھے قتل کرنا مناسب نہیں ہے۔''

محمد بن قاسم نے اس کی اس بات کو قبول کرلیا جیل خانے سے مسلمانوں کو رہا کرایا گیا اور ان سے داروغہ سے متعلق پوچھا گیا۔سب قیدیوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ!

''ہم اس داروغہ کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہماری تسلی اور تشفی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اس کا برتاؤ ہمارے ساتھ نہایت شریفانہ تھا اور یہ ہمیں یقین دلاتا تھا کہ گھبراؤ نہیں وہ وقت قریب ہے جب اسلامی لشکر یہاں آئے گا اور تم اس مصیبت سے نجات حاصل کرلو گے۔''

محمد بن قاسم کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ داروغہ سے بڑا خوش ہوا اس کے سامنے اسلام پیش کیا گیا۔اس نے اسلام قبول کرلیا۔دیبل کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنی طرف سے وہاں اپنے ایک سالار حمید بن وجیہ کو حاکم مقرر کیا اور دیبل کا داروغہ جس نے اسلام قبول کرلیا تھا اسے دیبل مین اپنے اس والی کا مشیر مقرر کر دیا تھا۔

فتح کے بعد محمد بن قاسم کے ہاتھ بے اندازہ مال غنیمت لگا۔اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کی طرف روانہ کر دیا باقی مال لشکریوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔

دیبل کے فتح ہونے کی خبر راجہ داہر کو پہنچ چکی تھی۔ اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ دیبل کا حاکم فرار ہو کر نیرون یعنی حیدر آباد پہنچ چکا ہے اس موقع پر راجہ داہر نے ایک خط محمد بن قاسم کے نام لکھا اپنے خط میں اس نے محمد بن قاسم کو ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی اور اسے یہ بھی بتایا کہ ابھی اس کا پالا میرے بیٹے سے نہیں پڑا جس نے ماضی میں بڑے بڑے راجاؤں کو اپنے سامنے زیر کر دیا ہے۔ محمد بن قاسم کو دھمکی دی کہ وہ دیبل کو فتح کر کے اترائے نہیں بلکہ اسے اب ایسے لشکروں کا سامنا کرنا پڑے گا جو اسے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔

محمد بن قاسم نے بھی اس خط کا جواب بہت سختی سے دیا اور راجہ داہر کی دھمکی کی کوئی پرواہ نہ کی۔ دیبل میں سب سے پہلے اس نے ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی۔ یہ سندھ میں پہلی مسجد تھی اس کے بعد محمد بن قاسم نے دیبل شہر سے نکل کر نیرون (حیدر آباد) کا رخ کیا تھا۔ محمد بن قاسم جب اپنے لشکر کے ساتھ نیرون (حیدر آباد) پہنچا تو اس وقت نیرون کا حاکم راجہ داہر سے ملنے کے لئے گیا ہوا تھا یہ وہی حاکم تھا جو بدھ مت کا پیروکار تھا اور اس سے پہلے اس نے حجاج بن یوسف کو خط لکھ کر اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کرتے ہوئے امان طلب کر لی تھی۔

اس کی غیر موجودگی میں نیرون کے شہریوں نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لیئے اور محصور ہو گئے۔ محمد بن قاسم نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اتنی دیر تک شہر کا حاکم بھی راجہ داہر سے مل کر واپس آ گیا آتے ہی اس نے شہر کے دروازے کھلوا دیئے۔ محمد بن قاسم اور اس کے لشکریوں کا شاندار طریقے سے استقبال کیا۔ ان کو شہر میں لایا نہایت بیش قیمت تحائف پیش کیئے اور محمد بن قاسم اور اس کے لشکریوں کی مہمانداری کا پورا پورا انتظام کیا اور محمد بن قاسم کو اس نے یقین دلایا کہ نیروں کے رہنے والے مسلمانوں کے سچے وفادار ہیں۔ اس کے اس طرز عمل سے محمد بن قاسم خوش ہوا اور اس نے بھی نیرون کے حاکم کو انعام و اکرام سے نوازا۔ اس طرح نیرون یعنی (حیدر آباد) بغیر جنگ کے فتح ہو گیا۔

نیرون یعنی (حیدر آباد) میں قیام کے دوران محمد بن قاسم نے وہاں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ مسجد کے لئے امام اور مؤذن مقرر کیئے اور وہاں پنج وقتہ باجماعت نماز کا اہتمام کیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ نیرون سے نکل کر سیوستان کا رخ کیا سیوستان کی طرف جاتے ہوئے سب سے پہلے محمد بن قاسم نے موج کے مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا موج کا علاقہ نیرون سے 90 میل کے فاصلے پر تھا وہاں کے لوگ بھی بدھ

مذہب کے پیروکار تھے اور یہ مقام ان دنوں سیوستان یعنی سیہون کے ماتحت تھا اور سیہون کا حاکم بج رائے تھا جو راجہ داہر کا بھتیجا تھا جیسے ہی محمد بن قاسم موج پہنچا، موج کے حاکم نے شہر کے لوگوں کو بلا کر مشورہ کیا کہ اب کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ سب نے مل کر طے کیا کہ ہمیں سیہون کے حاکم کے پاس خط لکھ کر بھیجنا چاہیئے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم بدھ مذہب کے ماننے والے ہیں ہمارے مذہب میں خون کا بہانا حرام ہے اور یوں بھی آپ تو ایک محفوظ مقام پر ہیں اور ہم غیر محفوظ جگہ پر ہیں ہمیں حالات کے لحاظ سے خوف ہے کہ اگر مسلمانوں سے ہماری لڑائی شروع ہوگئی تو ہمیں سخت نقصان ہوگا ہم نے مسلمانوں سے متعلق یہ بھی سنا ہے کہ یہ جوان کے ساتھ امن کے ساتھ رہتا ہے وہ اس کو نہیں لوٹتے اور اپنے وعدے کے نہایت پابند ہیں۔ اپنے مفتوحہ شہروں کی حفاظت کرتے ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہمارا مشورہ قبول کرلیں تو ہم آپ کے لئے اور اپنے لئے مسلمانوں سے امان حاصل کرلیں گے۔

سیہون کے راجہ نے جو راجہ داہر کا بھتیجا تھا موج کے حاکم کو اس کے اس خط کا کوئی جواب نہ دیا جس پر محمد بن قاسم نے موج کے لوگوں سے کوئی تعرض نہ کیا لہٰذا موج میں چند دن کے قیام کے بعد اس نے پیش قدمی شروع کی اب اس نے سیہون شہر کا رخ کیا تھا۔

سیہون اس وقت بھی اس علاقے کا مشہور شہر تھا۔ سیہون میں لوگوں کو جیسے ہی محمد بن قاسم کی آمد کی خبر ملی فوراً ہی قلعہ بند ہوکر بیٹھ گئے۔

محمد بن قاسم نے جب دیکھا کہ یہ سیہون کا لشکر جنگ کرنے کے لئے تیار ہے تو اس نے اپنی منجنیقیں نصب کیں اور شہر کی فصیل پر سنگ باری شروع کردی قلعے کے اندر کے لوگ سنگ باری سے گھبرا اٹھے وہ اپنے راجہ بج رائے کے پاس گئے اور اس سے مشورہ کیا کہ وہ جنگ ترک کرکے مسلمانوں سے صلح کرلے لیکن بج رائے نہ مانا۔

آخر شہریوں نے محمد بن قاسم کو کہلا بھیجا کہ ہم لوگ غریب کسان بیوپاری اور کاری گر ہیں ہمیں لڑائی سے کوئی غرض وغایت نہیں ہم لوگ حاکم شہر بج رائے سے متنفر ہیں اس کے علاوہ آپ یقین کیجئے بجے رائے کے پاس اتنا لشکر نہیں کہ وہ آپ کا مقابلہ کرسکے۔

محمد بن قاسم کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے اپنے حملوں میں اور تیزی پیدا کردی محمد بن قاسم لگاتار ایک

ہفتہ تک مسلسل آمد شب و روز حملے کرتا رہا یہاں تک کہ سیہون کے لشکر کی حالت ابتر ہو گئی اور وہ جنگ سے جی چرانے لگے۔

راجہ بجے رائے نے جب اندازہ لگایا کہ اب اس کی شکست یقینی ہے تو وہ رات کی تاریکی میں قلعے کے شمالی دروازے سے نکل کر بھاگ گیا۔ اس کے بھاگنے کے بعد سیہون کے شہریوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی اور سیہون شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ محمد بن قاسم نے کچھ دن سیہون میں قیام کر کے اپنے لشکر کو آرام کرنے کا موقع فراہم کیا ساتھ ہی ساتھ وہاں کے نظم و نسق کو درست کیا اس طرح دیبل اور نیرون کے بعد سیہون جیسا بڑا شہر بھی مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

سیہون کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے یہاں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر لیا تھا۔ سیہون کے قرب و جوار میں ان دنوں سندھ کی عظیم و قدیم قوم چنہ آباد تھی۔ انہوں نے اپنا ایک مخبر مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے محمد بن قاسم کے لشکر کی طرف بھیجا اتفاق سے یہ مخبر جب محمد بن قاسم کے لشکر میں پہنچا اس وقت نماز کا وقت تھا۔

اس مخبر نے دیکھا کہ مسلمانوں کے لشکر میں اذان ہوئی اور اذان کے بعد سارا لشکر نماز کے لئے جمع ہوا سب نے وضو کیا تھوڑی دیر بعد جماعت کھڑی ہوئی محمد بن قاسم نے امامت کی سب نے مل کر اس کے پیچھے نماز پڑھی پھر اس نے یہ بھی دیکھا کہ نماز کے ارکان ادا کرنے میں سب اپنے امام کی پیروی کرتے ہیں اور اس کے اتباع میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے۔

چنہ قوم کا وہ مخبر یہ ضبط و نظم دیکھ کر بڑا متاثر ہوا مسلمانوں کے پڑاؤ سے واپس جا کر اس نے اپنی قوم سے مسلمانوں کی تمام کیفیت بیان کی اور کہا کہ میں نے ان لوگوں میں جو اتفاق و اتحاد اور نظم و ضبط دیکھا ہے مجھے یقین ہے کہ ان پر کوئی فتح نہ حاصل کر سکے گا۔

چنہ قوم کے افراد نے جب یہ سنا تو وہ بھی بے حد متاثر ہوئے لہٰذا انہوں نے قیمتی تحائف جمع کئے اور سب ایک وفد کی صورت میں محمد بن قاسم کی طرف روانہ ہوئے جب یہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچے اس وقت مسلمانوں

کا کھانا تیار تھا۔ کھانا چن دیا گیا تھا چنہ قوم کے افراد نے محمد بن قاسم کی خدمت میں تحائف پیش کئے ان کے اس طرز عمل سے محمد بن قاسم بڑا خوش ہوا ساتھ ہی چنہ قوم کے ان سب افراد نے بخوشی اسلام قبول کر لیا تھا محمد بن قاسم نے ان کے اس طرز عمل کو دیکھ کر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''یہ قوم تو مرزوق ہے، یعنی اللہ ان کے رزق میں برکت عطا فرمائے گا۔ اسی وقت سے چنہ قوم کا نام مروزق بھی مشہور ہو گیا۔''

سیہون کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے سیسم شہر کا رخ کیا تھا وہاں کے راجہ کا نام کاکا تھا جب انہیں محمد بن قسم کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو کاکا کے سرکردہ لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور ارادہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے لشکر پر شب خون ماریں چنانچہ سرکردہ لوگ کاکا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا ارادہ اس پر ظاہر کیا۔

کہتے ہیں کاکا بڑا عقلمند اور دور اندیش تھا اس نے پہلے تو ان کی اس تدبیر کی تعریف کی اور انہیں ہمت دلائی پھر اس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ ہم لوگ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی میں تمہارے ساتھ ایک لشکر بھیجتا ہوں چنانچہ اس کے ساتھ تم مسلمانوں پر شب خون مار کر دیکھ لو۔

چنانچہ کاکا نے اپنے ایک ہزار مسلح جوان مسلمانوں پر شب خون مارنے کے لئے روانہ کئے کاکا خود بھی چنہ تھا اور ایک ہزار جوان جو اس نے بھیجے تھے ان کا تعلق بھی چنہ قوم سے تھا۔ اس لشکر کا سالار کاکا نے ایک شخص بھن کو بنایا تھا۔ جب یہ لوگ مسلمانوں پر شب خون مارنے کے لئے روانہ ہوئے تو مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچ کر راستہ بھٹک گئے اور صبح تک حیران اور سرگرداں پھرتے رہے جب صبح کا سورج طلوع ہوا تو انہوں نے اپنے آپ کو سیسم کے قلعے کے قریب ہی کھڑا پایا مایوس ہو کر کاکا کے پاس پہنچ کر اپنی ساری داستان سنائی۔

اس پر کاکا نے سمجھ لیا کہ تقدیر ان کا ساتھ نہیں دے رہی اور مسلمان ضرور ان پر فتح مند ہوں گے۔ چنانچہ کاکا نے اپنے سرداروں اور عمائدین کو جمع کیا اور محمد بن قاسم کی طرف روانہ ہوا اور جو شب خون کے حالات پیش آئے تھے وہ مسلمانوں سے کہہ دیئے اور محمد بن قاسم کے سامنے اس نے اپنی اطاعت وفاداری اور فرمانبرداری کا یقین دلایا۔

محمد بن قسم بھی اس کے ساتھ نہایت عزیت واحترام سے پیش آیا۔ کاکا بھی بڑے خلوص سے مسلمانوں کا

ساتھ دینے لگا۔اس طرح آنے والے دور میں کاکا کے مشوروں سے مسلمان کافی مستفید ہوئے۔

اس موقع پر محمد بن قاسم نے کاکا سے پوچھا کہ تمہارے ملک میں کسی کی عزت افزائی کی جاتی ہے تو کیا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

کاکا نے کہا ہمارا امتیازی نشان کرسی ہے اور ہماری خلعت ریشمی کپڑا ہوتا ہے جو ہم سر پر پگڑی کی طرح لپیٹ لیتے ہیں۔یہی ہمارے سرداروں کا شاندار لباس ہے۔

یہ جواب سن کر محمد بن قاسم خوش ہوا اور کاکا کو مقامی دستور کے مطابق خلعت اور کرسی سے نوازا کاکا کی اس سرفرازی کے بعد اس کے ساتھی مسلمانوں سے بہت خوش ہوئے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں سے ایک خیر سگالی کا جذبہ پیدا ہوا۔کاکا نے ان کے جذبہ خیر سگالی کو محسوس کر کے وہاں کے سارے لوگوں کو مسلمانوں سے امان دلائی۔

جو لوگ اس کے بعد بھی مسلمانوں کے خلاف رہے، کاکا نے ان کے خلاف مسلمانوں سے مل کر کارروائی کی اور انہیں سزا دلائی محمد بن قاسم نے اپنے کچھ سالاروں کو کاکا کے ساتھ بھیجا جنہوں نے آس پاس کے علاقوں کو مطیع اور فرمانبردار کیا۔کاکا نے بھی اس موقع پر مسلمانوں کا دل و جان سے ساتھ دیا اس نے مسلمانوں کے دشمنوں پر یلغار کر کے سونا، چاندی، کپڑے، جانور، غلہ اور دوسرا بہت سا سامان جمع کر کے دیا جس سے مسلمانوں کے لشکر میں ہر چیز کی افراط ہو گئی تھی۔

اب محمد بن قاسم وہاں سے روانہ ہو کر سیسیم کے قلعے کی طرف بڑھا اس لئے کہ سیہون کا راجہ بجے رائے سیہون سے بھاگ کر سیسیم میں اپنے لشکر کے ساتھ پناہ لے چکا تھا اور مسلمانوں سے اس نے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔محمد بن قاسم جب سیسیم پہنچا تو دو روز تک سخت خون ریز جنگ ہوئی جس میں بجے رائے اور اس کے سرکردہ ساتھی اس جنگ میں مارے گئے اور اس کے بعض ساتھی سیسیم سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

یہ لوگ راجہ داہر کے مخالف تھے کیونکہ اس نے ان کے بعض آدمیوں کو قتل کر دیا تھا اس لئے یہ لوگ بھاگ کر راجہ داہر کے پاس نہیں جانا چاہتے تھے۔آخر محمد بن قاسم کی طرف قاصد بھجوا کر معافی مانگی اور مسلمانوں کو ایک ہزار درہم سالانہ خراج دینا قبول کر لیا۔اس طرح یہ لوگ بھی مسلمانوں کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے۔

سیسم کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے اس علاقے میں خراج قائم کیا اور دوبارہ لوگوں کو امن اور حفاظت میں لینے کا حکم جاری کیا۔ یہاں اس نے اپنی طرف سے اپنا حاکم بھی مقرر کیا۔

سیسم کی فتح کے بعد دریائے سندھ کے غربی کنارے کے سارے علاقے ایک طرح سے محمد بن قاسم کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ مغربی سندھ کے تمام سردار محمد بن قاسم کے حسن اخلاق اور بلندی کردار سے بے حد متاثر تھے۔ محمد بن قاسم کے حسن سلوک کی وجہ سے یہ بات ان کے دل میں نقش ہوگئی تھی کہ مسلمانوں کی حکومت ان کے لئے خدا کی رحمت ہے۔

☆......☆......☆

سیہون کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ پھر پیش قدمی شروع کی وہ اشبہا نام کے قلعہ کے قریب پہنچا۔ یہاں کے لوگوں نے اپنی پوری جنگی تیاری کر رکھی تھی اور اپنے قلعے کے چاروں طرف خندقیں کھود لیں تھیں اور اپنے قلعے کے مغرب میں رہنے والے غیر مسلم چنوں اور دوسرے دیہاتیوں کو بھی مسلح کر کے انہیں اپنے قلعے کے اندر لے آئے تھے۔

محمد بن قاسم نے جب قلعے پر حملہ آور ہونا شروع کیا اور قلعے کے محاصرے میں انتہا درجہ کی شدت پیدا کی جب محاصرہ ایک ہفتہ تک جاری رہا تب قلعے میں محصور ہو جانے والے لشکریوں نے اندازہ کر لیا کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا آج نہیں تو کل مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈالنا ہوں گے اس بناء پر انہوں نے اپنے قاصد بھیج کر محمد بن قاسم سے امان طلب کی۔

محمد بن قاسم نے ان کی درخواست منظور کر لی اور ان پر سالانہ خراج لگا کر وہاں اپنا حاکم مقرر کر دیا اس کے بعد دریائے سندھ کے مغربی کنارے ہی محمد بن قاسم نے بھٹ کا رخ کیا۔

بھٹ کا حاکم ان دنوں راجہ راسل تھا محمد بن قاسم نے اسے خط لکھا اور اسے یہ پیش کش کی کہ اگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لے تو اسے کچھ علاقوں پر حاکم برقرار رکھا جائے گا۔ جب راجہ راسل کی طرف سے محمد بن قاسم کو کوئی جواب نہ ملا تب محمد بن قاسم نے اس کے بھائی راجہ موکو بن وسائیو کو یہی شرائط پیش کیں۔

یہ موکو بن وسائیو سورتا کا حاکم تھا موکو کو جب محمد بن قاسم کا خط ملا، تو اس نے جواب میں کہلا بھیجا۔

"جو شرائط آپ نے میری طرف روانہ کی ہیں میں اس کا شکر گزار ہوں اور میں آپ کی اطاعت دل و جان سے قبول کرنا چاہتا ہوں بلکہ اپنے گمان میں بہتر سمجھتا ہوں کہ میری یہ اطاعت کسی بہانہ یا حادثہ کا باعث بنے تو پھر ہم آپ کے حکم کے تابع اور فرمانبردار ہو جائیں گے لیکن جس راجہ کا میں نمک خوار ہوں اس کا حق نمک ہم خدمت گاروں پر لازم ہے اس سے عہد شکنی اور بے وفائی کرنا ایسا گناہ اور خیانت ہے جو دور اندیشی اور امانت سے بعید ہے اور جب تک مخالف کی طاقت سے ایسا خوف پیدا نہ ہو جو کہ نفس اور جان کے لئے خطرہ بن جائے اس وقت تک امانت اور دور اندیشی سے کنارہ کش نہیں ہونا چاہیئے۔"

راجہ موکو نے مزید لکھا کہ!

"سندھ ہمارا وطن اور ہمارے آباؤ اجداد کا ورثہ اور حاصل کیا ہوا ہے راجہ داہر ہمارا عزیز ہے اگر وہ سربلند ہوگا تو اس کی سربلندیوں میں ہمارا بھی حصہ ہوگا اس کے آرام اور تکلیف میں سریک ہونا ہمارا فرض ہے لیکن یہ بھی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ یہ ملک ہمارے ہاں سے نکل کر دوسروں کے پاس جانے والا ہے عقلمند انسان وہ ہے جو موقع سے فائدہ اٹھائے۔

اب آپ نے چونکہ مجھ پر بھروسہ کیا ہے اور میرے نام خط لکھا ہے اور فیاضی سے پیش آ رہے ہیں اس لئے عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ میں بھی آپ کا ساتھ دوں لیکن اگر میں بغیر جنگ کے آپ کے ساتھ ہو جاؤں تو اپنے خاندان اور دوسرے لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاؤں گا...... گر جاؤں گا۔ آپ کی اطاعت قبول کرنے اور آپ کا ساتھ دینے کے لئے میرے من میں ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ میں اپنی بیٹی کی شادی کے بہانے ساگرہ کے علاقے کی طرف جاؤں گا آپ اپنے لشکر کا ایک حصہ بھیج کر مجھ پر حملہ آور ہو کر مجھے گرفتار کر لیجئے گا اس کے بعد میں آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کرنے پر تیار ہو جاؤں گا اور ہمارا سارا علاقہ آپ کے تابع فرمان ہو جائے گا۔"

چنانچہ موکو کی تدبیر کے مطابق موکو جب اپنی بیٹی کی شادی کے لئے ساگرہ جانے کے لئے نکلا تو محمد بن قاسم نے اپنے ایک سالار کو چند دستے دے کر روانہ کیا انہوں نے موکو کو گرفتار کر کے محمد بن قاسم کے سامنے پیش کر دیا۔ گرفتار ہونے والوں میں اس کے خاندان کے علاوہ بیس بڑے بڑے ٹھاکر اور ان کے ہمنوا بھی تھے۔

جب راجہ موکو اس کے خاندان اور سرداروں کے ساتھ محمد بن قسم کے سامنے پیش کیا گیا تو محمد بن قاسم اس کے ساتھ نہایت احترام اور عزت کے ساتھ پیش آیا۔ راجہ کو فوراً مسلمانوں نے کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا اور ایک لاکھ درہم بطور انعام اسے دیئے اور خلعت سے سرفراز کیا۔

اس کے علاوہ اس کے خاندان کے لوگوں اور بڑے بڑے ٹھاکروں کو بھی گھوڑے اور انعامات دیئے گئے۔ ساتھ ہی سورت اور بھٹ کے علاقے کی حکومت بھی موکو کے سپرد کی گئی اور مزید نوازش یہ کی گئی کہ ایک تحریری فرمان جاری کیا کہ بھٹ حکومت نسل بعد نسل اس کے خاندان میں قائم رہے گی۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ راجہ موکو کو جو مسلمانوں کی طرف سے انعام دیا گیا یہ اپنی قسم کا پہلا انعام ہے جو عربوں نے دیا۔ اب محمد بن قاسم ایک طرح سے دریائے سندھ کے مغربی کنارے کے سارے علاقوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا چکا تھا۔ اب وہ دریا عبور کر کے دوسرے کنارے پر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ اس دوران راجہ داہر کو جب یہ پتہ چلا کہ اس کے حاکم اس سے بغاوت کر کے مسلمانوں سے ملنے جا رہے ہیں اور ایک کے بعد دوسرا قلعہ اس کے ہاتھوں سے نکل کر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا جا رہا ہے تب اسے بڑا غصہ آیا اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا۔

راجہ داہر کے اس لشکر نے دریائے سندھ کو عبور کیا اور مسلمانوں کے مقابل آیا اور مسلمانوں نے بھی اپنے لشکر کو استوار کیا اس طرح دریائے سندھ کے کنارے مسلمانوں اور راجہ داہر کے لشکریوں کے درمیان ایک سخت جنگ ہوئی باوجود اس کے کہ راجہ داہر کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن دریائے سندھ کے کنارے محمد بن قاسم نے راجہ داہر کے اس لشکر کو بدترین شکست دی اور اس کے لشکری شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اب محمد بن قاسم دریائے سندھ کو عبور کر کے براہِ راست راجہ داہر سے ٹکرانا چاہتا تھا لیکن اس سے جنگ کی ابتداء کرنے سے پہلے محمد بن قاسم چاہتا تھا کہ اس سے گفت و شنید ہو اگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرنے پر آمادہ ہو جائے اور جو قیدی ابھی تک اس کی حراست میں ہیں انہیں رہا کر دے تو جنگ کی نوبت نہیں آئے گی۔

اس طرح محمد بن قاسم نے اپنے دو چیدہ چیدہ محترم اشخاص کا انتخاب کیا ان دو میں سے ایک شام کا رہنے والا تھا اور اسے زیادہ تر شامی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ دوسرا دیبل کا رہنے والا تھا وہ اسلام قبول کر چکا تھا اور زیادہ تر

لوگ اسے مولانا اسلامی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ یہ دونوں محمد بن قاسم کے سفیر بن کر راجہ داہر کی طرف روانہ ہوئے۔ مولانا اسلامی اور شامی دونوں راجہ داہر کے دربار میں پہنچے تو داہر کے دربار کے رواج کے مطابق ان دونوں نے نہ اس کے سامنے سر کو جھکایا نہ ہی سجدہ کیا۔

راجہ داہر کو اس پر بہت غصہ آیا اس نے شامی کو تو نظر انداز کیا اس لئے کہ وہ شام کا رہنے والا تھا۔ غصہ کے عالم میں مولانا اسلامی کی طرف دیکھا جو دیبل کا رہنے والا تھا اسلام قبول کر چکا تھا اور پھر راجہ داہر اسے جانتا بھی تھا۔ انتہائی غصے اور غضب میں اسے مخاطب کرتے ہوئے راجہ داہر کہنے لگا۔

''تم شاہی آداب کیوں نہیں بجالائے، حالانکہ تم اس ملک کے باشندے ہو اور شاہی آداب سے خوب واقف بھی ہو کیا تم کو کسی نے ایسا کرنے سے روک دیا ہے؟''

راجہ داہر کے اس سوال کے جواب میں مولانا اسلامی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''خدا کے فضل سے میں اب مسلمان ہو چکا ہوں جب تمہارے طریقے پر تھا اور تمہاری رعایا میں سے تھا تب میں تمہارے دربار کے آداب بجالانا ضروری سمجھتا تھا اب میں مسلمان ہوں اور مسلمان سوائے اللہ کے کسی کے سامنے سر جھکانا جائز نہیں سمجھتا۔''

داہر کو یہ سن کر اور بھی غصہ آیا اس نے کہا!

''اگر تم ایلچی بن کر نہ آئے ہوتے تو میں تم کو ضرور قتل کرا دیتا۔''

مولانا اسلامی نے بھی غصہ کا اظہار کرتے ہوئے جواب میں کہا۔

''میرے قتل سے عربوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن خوب اچھی طرح سمجھ لینا کہ میرے خون کا بدلہ مسلمان اس طرح لیں گے کہ جس کا اندازہ تم نہیں کر سکتے۔''

جب مولانا اسلامی خاموش ہوئے تب شامی نے راجہ اہر کو مخاطب کر کے کہا۔

''ہم اپنے امیر محمد بن قاسم کے قاصد ہیں اور تمہیں اس کا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں۔'' جواب میں داہر کہنے لگا۔

''کہو! تم کیا پیغام لے آئے ہو؟ قاصد کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ اس پیغام کو پہنچادے جس کو وہ لے کر آیا ہو۔''

جواب میں شامی نے کہنا شروع کیا۔

”ہم تمہیں دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار دیتے ہیں یا تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ اس صورت میں تمہارے لیئے ہم راستہ چھوڑ دیں گے اور تمہیں روکا نہیں جائے گا یا پھر ہمارے لئے راستہ چھوڑ دو تا کہ ہمارا لشکر دریا کو عبور کر کے تمہارا مقابلہ کرنے کے لئے دریا کے بائیں کنارے کی طرف آئے۔“

ان الفاظ کے جواب میں راجہ داہر نے اپنے قریب بیٹھے اپنے وزیر سیاکر سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ ”ہمیں مسلمانوں کے اس پیغام کے جواب میں کیا کرنا چاہیئے؟“

راجہ داہر کے جواب میں سیاکر کہنے لگا!

”حضور! میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو دریا کے اس طرف آنے دینا چاہیئے کیونکہ دریا کے اس طرف سارا کا سارا علاقہ ہمارا ہے۔ جب وہ ہمارے علاقے میں آجائیں گے تو دریائے سندھ تو ان کی پشت پر ہوگا جبکہ ان کے مقابلے میں ہمارے لشکر کے لئے غلے اور ہتھیاروں کا ہر وقت بندوبست رہے گا جبکہ مسلمانوں کے پیچھے دریا ہوگا انہیں کہیں سے بھی رسد و کمک اور ہتھیار نہیں ملیں گے۔ اس طرح جب انہیں کہیں سے بھی مدد نہیں ملے گی تو ہم ان پر قابو پالیں گے۔“

اپنے وزیر سیاکر کا جواب سن کر راجہ داہر تھوڑی دیر سوچ بچار میں پڑا رہا پھر اس نے ایک ایسے عرب سردار کو بلایا جو عیلانی قبیلے کا سربراہ تھا اور سندھ میں مقیم تھا اور کچھ داخلی اختلافات کی وجہ سے وہ غداری کرتے ہوئے راجہ داہر کا ساتھ دے رہا تھا۔

عیلانی سردار جب راجہ داہر کے پاس آیا تو راجہ داہر نے ساری صورتحال سے اس عرب سردار کو مطلع کیا اپنے وزیر کی رائے بھی اسے بتائی اور پھر اس سے اس کا مشورہ طلب کیا۔ راجہ داہر کے اس استفسار کے جواب میں عیلانی سردار نے کہا!

”حضور! میرے خیال میں آپ کے وزیر کی رائے صحیح نہیں کیونکہ وہ مسلمانوں کی عادات وطبع سے واقف ہی نہیں۔ محمد بن قاسم خاصہ بڑا لشکر لے کر آیا ہے۔ جس میں بڑے بڑے بہادر بڑے بڑے سورما، جوانمرد اور تیغ زن شامل ہیں۔ دوسرے یہ کہ مسلمان جب لڑائی کے لئے نکلتے ہیں تو وہ سر ہتھیلی پر رکھ کر نکلتے ہیں ان کا بھروسہ صرف اللہ پر ہوتا ہے اور وہ ہر وقت اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ الٰہی! ہم تیری بندے ہیں تیرے دین کو

پھیلانے کی خاطر لڑائی کے میدان میں آئے ہیں۔

الٰہی! ہمیں اس لڑائی میں شہادت اس وقت عطا فرما جبکہ ہم اپنے سے دوگنا دشمن کو مار لیں۔"

عیلانی سردار مزید کہنے لگا۔

"جب یہ لوگ دشمن کے مقابل پر آتے ہیں تو وہ اس قدر بہادر ہوتے ہیں کہ لڑائی سے منہ پھیرنا نہیں جانتے تاوقتیکہ وہ اپنے دشمن کو پسپا نہ کردیں۔ میری رائے میں انہیں دریا کے اس پار ہی رہنے دیجئے اس کے علاوہ یہ احتیاط کریں کہ ان کے دور ونزدیک جس قدر کشتیاں رکھنے والے ملاح ہیں انہیں اور علاقے کے دوسرے لوگوں کو حکم دے دیں کہ وہ کشتیاں غلہ، لکڑی اور دوسری کھانے پینے کی چیزیں ان کے لشکر تک نہ پہنچائیں اور ان پر معیشت تنگ کردیں شاید اس تدبیر سے کوئی بہتر صورت نکل آئے۔"

اس طرح راجہ داہر نے اپنے عمائدین سے مشورہ کرنے کے بعد محمد بن قاسم کے قاصدوں کو جواب دیا۔

"تم جا کر محمد بن قاسم سے کہہ دو کہ مجھے تمہاری کوئی بات منظور نہیں میرا اور تمہارا یہ فیصلہ تلوار ہی سے ہوگا۔ دریا کے پار کرنے میں تم کو اختیار ہے اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا خواہ تم آؤ یا ہم آئیں۔ ہم ہر وقت جنگ کے لئے تیار ہیں۔"

محمد بن قاسم کے دونوں قاصد راجہ داہر کا یہ جواب لے کر واپس لوٹ گئے اور سارا واقعہ محمد بن قاسم سے بیان کیا۔ ادھر داہر نے بھی اپنے لشکر کی تیاریاں عروج پر پہنچادی تھیں اور اس نے دریائے سندھ کے قریب اپنے لشکر کو جمع بھی کرلیا تھا دوسری طرف محمد بن قاسم کوچ کر کے دریائے سندھ کے مغربی کنارے آیا اور وہاں اس نے لشکر کا پڑاؤ کرلیا تھا۔

☆......☆......☆

محمد بن قاسم ابھی دریائے سندھ کے غربی کنارے ہی قیام کیے ہوئے تھا کہ اسے ایک بری خبر ملی کہ سیہون میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی تھی وہاں سے قاصد آیا اور اس نے اطلاع دی کہ چندرام جو کبھی سیہون کا حاکم تھا اس نے کچھ ٹھاکروں اور ان کے مسلح جوانوں کو ساتھ ملا کر سیہون کے قلعے پر قبضہ کرلیا ہے اور وہاں سے اس نے عرب سپاہیوں کو باہر نکال دیا ہے۔

محمد بن قاسم نے جب یہ خبر سنی تو اسے بڑا افسوس ہوا تاہم اس نے اپنے ایک سالار محمد بن مصعب کو ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کے ساتھ فوراً سیہون کی طرف روانہ کیا۔

محمد بن مصعب جب اپنے اس لشکر کے ساتھ سیہون پہنچا تو چندرام نے قلعے سے باہر نکل کر مسلمانوں سے جنگ کی لیکن محمد بن قاسم کے سالار محمد بن مصعب نے چندرام کو سیہون کے نواح میں بدترین شکست دی اس طرح چندرام بھاگ کھڑا ہوا اس نے قلعے میں داخل ہونا چاہا لیکن مسلمانوں نے اس کی اس کوشش کو ناکام بنادیا لہٰذا شکست اٹھا کر چندرام دوسرے علاقوں کی طرف بھاگ گیا۔

اس طرح محمد بن مصعب اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا جبکہ معززین، دستکاروں اور دوسرے لوگوں نے محمد بن مصعب کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی کہ ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں بلکہ چندرام زبردستی اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ قلعے میں گھس آیا تھا اور ہم نے اس سے کوئی تعاون نہیں کیا تھا۔

اس طرح محمد بن مصعب نے قلعے کی فتح کی خبر ایک قاصد کے ذریعہ محمد بن قاسم کو بھجوائی۔

جواب میں محمد بن قاسم نے کہلا بھیجا!

”تمہیں قلعے کی حفاظت کے لئے قابل اعتماد لوگ مقرر کرنے چاہئیں اور وہاں کے تاجروں سے مناسب ضمانتیں لے کر اپنے لشکر کے ساتھ فوراً میرے پاس پہنچ جاؤ۔“

محمد بن مصعب یہ سارے انتظام کرنے کے بعد اپنا لشکر لے کر دوبارہ محمد بن قاسم کے پاس پہنچ گیا تھا۔

دوسری طرف راجہ داہر کو جب اس کا علم ہوا کہ اس کے مختلف شہروں کے حکمران مسلمانوں سے ملتے جارہے ہیں اور مسلمانوں کی طاقت وقوت میں اضافہ ہو رہا ہے تو اس نے اپنے بیٹے جے سینا کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے قلعہ بھٹ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ دریا عبور نہ کرسکیں۔

جے سینا پورے ساز وسامان سے لیس دریا کے کنارے پہنچا ادھر محمد بن قاسم چونکہ کئی دنوں سے دریا کے دوسرے کنارے پڑاؤ کیے ہوئے تھا لہٰذا اس کے لشکر میں اشیائے خورونی اور چارے کا قحط پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا۔

اس لئے کہ راجہ داہر کے کہنے پر مقامی لوگوں نے آس پاس کے علاقوں میں مسلمانوں کو غلہ اور چارہ مہیا کرنا بند کردیا تھا جس کی بناء پر گھوڑوں کو مناسب غذا نہ ملنے کی وجہ سے ان کے اندر بیماری پھیلنے لگی اور وہ مرنے لگے

جبکہ راجہ داہران دنوں اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر لے آیا تھا۔

راجہ داہر کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کے لشکر میں چارے اور غلے کا قحط برپا ہو گیا ہے تو اس نے ایک قاصد محمد بن قاسم کی طرف بھجوایا اور اسے کہلا بھیجا۔

''کسی کام کی انتہاء کے پیچھے پڑنا نہایت بدبختی اور ضلالت ہے تم نے ہمارے لئے اور اپنے لئے تنگی پیدا کی ہے اگر صلح کر کے واپس چلے جاؤ تو میں تمہارے لئے رسد کا سامان بھیجوں تا کہ تمہارے ساتھی بھوک اور بے سروسامانی میں مبتلا ہو کر تباہ نہ ہوں، تمہیں خود بھی سوچنا چاہیئے کہ تمہارے پاس کون سا بہادر مرد ہے جو ہمارے مقابل ہو کر جنگ کرے گا اگر تم اس کے لئے تیار نہیں تو تم جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ''

راجہ داہر کے اس پیغام کے جواب میں محمد بن قاسم نے کہلا بھیجا!

''میں ان سپہ سالاروں میں سے نہیں ہوں جو اتنی سی بات سے گھبرا کر واپس چلے جائیں تم نے جو اتنے دن سرکشی کی ہے اگر تم اس زمانے کا سارا اخراج میرے مرکزی دارالحکومت کے خزانے میں جمع کرادو تو ہمارے درمیان صلح ہو سکتی ہے۔ ورنہ......خداوند کی مرضی سے مجھے توقع ہے کہ میں تمہارا سر کاٹ کر عراق ضرور بھیجوں گا۔

اس کے ساتھ ہی محمد بن قاسم نے اپنے گھوڑوں کے مرنے کی اطلاع ایک قاصد کے ذریعہ حجاج بن یوسف کو پہنچائی یہ خبر سن کر حجاج بن یوسف کو بڑا دکھ ہوا اسی وقت اس نے دو ہزار گھوڑے محمد بن قاسم کو بھجوائے اور خط میں اسے لکھا۔

''مجھے قاصد کے ذریعہ گھوڑوں کے مرنے کا حال معلوم ہوا اس لئے تمہارے لئے دو ہزار گھوڑے بھیجے جاتے ہیں تا کہ یہ لشکر کے کام آسکیں۔ لشکر کو ہمیشہ منظم اور چوکس رکھو۔ تا کہ خدا کے دشمن کے لشکر کو دفع کر سکو''

آخر میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

''تمہیں کسی طرح کشتیاں حاصل کر کے ان کا پل بنا کر دریا کو عبور کر جانا چاہیئے''

انہی دنوں محمد بن قاسم کے خط کے جواب میں حجاج بن یوسف نے دھنی ہوئی روئی کو سرکہ میں تر کر کے اسے خشک کرنا شروع کیا اس طرح کئی مرتبہ سرکہ روئی میں جذب کیا گیا اس روئی کی گانٹھیں بنا کر محمد بن قاسم کو روانہ کی گئیں ساتھ ہی حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو لکھا۔

"تم نے اپنے خط میں صرف سرکہ طلب کیا ہے وہ اس دھنی ہوئی روئی میں جذب ہے۔ جب یہ گانٹھیں پہنچیں اور تمہیں سرکہ کی ضرورت ہو تو اس روئی کو پانی میں تر کرو سرکہ نکل آئے گا۔"

اس کے ساتھ ہی حجاج بن یوسف نے ایک اور خط محمد بن قاسم کو لکھا۔

"اس خط میں حجاج نے محمد بن قاسم کو فتح کیئے جانے والے علاقوں کی گورنری کا پروانہ عطا کر کے اسے آزادی کے ساتھ حکومت کرنے کا اختیار دیا تھا۔ اس نے اس خط میں مزید لکھا کہ تمہاری یہ روش، طریقہ ناپسند ہے کہ تم امان دینے کے بڑے شوقین ہو۔

جس دشمن سے بھی عداوت یا مخالفت ظاہر ہوا سے امان نہیں دینی چاہیئے کیونکہ رذیل اور شریف یکساں سلوک کے مستحق نہیں ہوتے نیز اس طرز عمل سے تمہاری کم عقلی ثابت ہوگی۔ دشمن اسے تمہاری کمزوری یا ناطاقتی خیال کرے گا۔ خدا نے تمہیں قابل فکر عقل عطا کی ہے لیکن تم اس سے کام نہیں لیتے۔ تم ساری توجہ اس پر صرف کر رہے ہو کہ سب کو امان دی جائے یہ بات تمہیں اپنے ان ہمراہیوں کو بھی سنانی چاہیئے جو تمہارے مشیر ہیں تم صرف امان دینے میں مصروف ہو اور اس طرح وقت بے کار میں ضائع ہو رہا ہے اور تم میں سمجھتا ہوں دشمن کے مقابلے میں بے کار بیٹھے ہو۔ اگر تم اسی طرح امان دیتے رہے اور جنگ کرنے کے لئے پیش قدمی نہ کی تو یاد رکھنا کہ جنگ کے اخراجات پورے کرنے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا جائے گا۔"

حجاج بن یوسف کے اس خط کے بعد محمد بن قاسم نے دریا کو پار کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور وہ سوچنے لگا کہیں ایسا نہ ہو کہ راجہ داہر لشکر لے کر دریا کے کنارے پر آ کر ہمارا راستہ روکے اس لئے پہلے دشمن کے حالات معلوم کرنا ضروری ہیں۔

پھر محمد بن قاسم نے اپنے ایک سالار کو حکم دیا کہ وہ ایک لشکر لے کر راوڑ کے قلعے کے سامنے چلا جائے تا کہ اس سمت سے اگر راجہ داہر کا بیٹا گوپی اپنے باپ کی مدد کو پہنچے تو اسے روکا جا سکے ایک اور سالار سلیمان کو دوسری طرف روانہ کیا ایک تیسرے سالار کو 500 لشکریوں کے ساتھ اس طرف روانہ کیا جہاں سے دشمن کی آمد کی توقع کی جا سکتی تھی۔

اس کے بعد محمد بن قاسم نے اس کے ساتھ جو مقامی حاکم تھے اور تعاون کر رہے تھے ان کے ذریعہ کشتیوں کا

بندوبست کیا اور اپنے لشکر کی ساتھ محمد بن قاسم دریائے سندھ کو عبور کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔

چونکہ راجہ داہر کا سارا لشکر دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر تھا اور اس سے بغیر مقابلہ کئے سندھ کی فتح ناممکن تھی۔ لہٰذا بہت غور وفکر کے بعد محمد بن قاسم نے کشتیاں مل جانے کے بعد دریا کو عبور کرنے کا فیصلہ کیا۔

جس قدر کشتیاں ملی تھیں انہیں دریا کے مغربی کنارے کے متصل پانی میں کھڑا کر کے کشتیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر ایک قطار بنائی گئی۔ کشتیوں کی یہ قطار اس قدر طویل تھی جس قدر اس مقام پر دریا کی چوڑائی تھی۔ یہ وہ مقام تھا جہاں دریا کا پاٹ بہت کم اور پانی کی روانی بہت تیز تھی۔

پھر ان کشتیوں کی قطار کا ایک سرا مغربی کنارے پر مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ کشتیوں کے اندر کچھ لشکری بھی بٹھا دیئے گئے دوسرا سرا دریا میں چھوڑ دیا گیا۔ جو تیز بہاؤ کی وجہ سے خود بہ خود مشرقی کنارے پر جا لگا۔

اگلی کشتی کے اندر جو محمد بن قاسم کے لشکری سوار تھے وہ کنارے پر اترے اور رسوں اور میخوں کے ذریعہ اس سرے کو ساحل سے باندھ دیا اس طرح کشتیوں کا ایک پل دریائے سندھ پر بن گیا اور اس پل پر سے محمد بن قاسم کا پورا لشکر صحیح سلامت مشرقی کنارے پر اتر گیا کہتے ہیں کہ اس پل کے ذریعہ جب محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ دریا کو پار کیا تو اس کا صرف ایک لشکر جس کا نام تراب تھا وہ پل پر سے گزرتے ہوئے دریا میں ڈوب کر شہید ہوا۔

دریا کو عبور کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے سارے لشکریوں کو ایک جگہ جمع کیا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے ولولہ انگیز انداز میں کہنے لگا۔

مجاہدو دریائے سندھ تمہارے پیچھے ہے اور دشمن کے لشکر تمہارے سامنے ہے جس سے عنقریب تمہارا مقابلہ ہوگا اس لئے تم میں سے جو واپس جانا چاہتا ہے ابھی چلا جائے اس سے پہلے کہ دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو کیونکہ اگر میدان جنگ میں کوئی بھاگا تو وہ ہمارے بہادر مجاہدوں کو بددل بنائے گا۔"

محمد بن قاسم کی اس تقریر کے جواب میں پورے لشکر میں سے صرف تین آدمیوں نے واپس جانے کی التجاء کی۔ ان تینوں میں سے ایک نے محمد بن قاسم سے کہا۔

"میری ایک لڑکی ہے اور اس کی پرورش کرنے والا میرے سوا کوئی نہیں اس لئے میں جانا چاہتا ہوں۔"

دوسرے نے کہا۔"میری ماں بوڑھی ہے میرے علاوہ اس کی کوئی خدمت کرنے والا نہیں ہے نہ کوئی میرا قریبی عزیز ہے میں اس کی دیکھ بھال کے لئے جانا چاہتا ہوں۔"

تیسرے نے کہا۔"مجھ پر اور میرے اہل خانہ پر اس قدر قرض ہے کہ وہ میرے علاوہ میرا کوئی رشتہ دار نہیں اتار سکتا۔ نہ ہی میرا کوئی رشتہ دار ایسا ہے کہ جو میری اس سلسلے میں مدد کرے لہٰذا میں واپس جانا چاہتا ہوں۔"

محمد بن قاسم نے ان تینوں کو بخوشی واپس جانے کی اجازت دے دی تھی۔

ادھر محمد بن قاسم کا مقابلہ کرنے کے لئے راجہ داہر نے اپنے بیٹے جے سینتا کو روانہ کیا اور اسے ایک بہت بڑا لشکر مہیا کیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی ہدایت کی۔

جے سینا کے لشکر میں کافی ہاتھی تھے جو اس نے اپنے لشکر کے آگے رکھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر جے سینا خود بھی ایک ہاتھی پر سوار تھا۔ راجہ داہر کے بیٹے جے سینا اور محمد بن قاسم کے درمیان دریائے سندھ کے قریب ایک خوفناک معرکہ ہوا۔ جے سینا کا خیال تھا کہ اس کے لشکر میں ہاتھی ہیں اس کے لشکر کی تعداد بھی زیادہ ہے لہٰذا وہ مسلمانوں کو مار بھگائے گا لیکن اس کی بدقسمتی کہ محمد بن قاسم نے اسے بدترین شکست دی۔ اس موقع پر عربوں نے اس جوش وخروش کے ساتھ جے سینا کے لشکر پر حملہ کیا کہ انہوں نے جے سینا اور اس کے محافظوں کو گھیرے میں لے لیا، قریب تھا کہ جے سینا گرفتار ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جائے کہ اسی دوران بہت سے فیل بان اپنے ہاتھیوں کو حرکت میں لائے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے گھوڑے ہاتھیوں کے ادھر ادھر حرکت میں آجانے کی وجہ سے بدک اٹھے جب گھوڑے ادھر ادھر منتشر ہوئے تب جے سینا کو اپنی جان بچانے کا موقع مل گیا۔ اس طرح جے سینا کے لئے جان بچانے کا ایک راستہ نکل آیا بڑی مشکل سے جان بچا کر اپنے باپ کے پاس پہنچا لیکن جس قدر لشکر اس کے ساتھ تھا اسے مسلمانوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسی دوران محمد بن قاسم کو اپنے چچا حجاج بن یوسف کی طرف سے ایک خط ملا خط میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو لکھا تھا۔

"جہاں راجہ داہر ہو اپنے لشکر کے ساتھ وہیں جا کر اس کا مقابلہ کرو فتح تمہاری ہوگی اور دشمن ذلیل وخوار ہوں گے۔"

یہ خط ملنے کے بعد محمد بن قاسم نے یکم رمضان 93 ہجری کو اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی شروع کی اور راجہ داہر کے سامنے آیا۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے راجہ داہر کے پاس اس وقت تیں ہزار پیادوں اور تیرہ ہزار سواروں کا ایک جرار لشکر تھا اور اس کے لشکری سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق تھے اس کے علاوہ جنگ میں حصہ لینے کے لئے راجہ داہر کے پاس ایک سو جنگی ہاتھی بھی تھے اس عظیم الشان لشکر کے ساتھ جس میں جنگی ساز وسامان کی بھی کمی نہ تھی راجہ داہر محمد بن قاسم کے مقابل آیا۔

دوسری طرف راجہ داہر کے مقابلے میں محمد بن قاسم کے پاس صرف بارہ ہزار مجاہد تھے اس کی اپنی عمر 17 سال تھی اور وہ صرف اپنے اللہ کے بھروسے پر میدان جنگ میں آیا تھا تاہم دشمن پر آخری ضرب لگانے کے لئے بڑی عقلمندی اور دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے لشکر میں سے 900 ایسے جوانوں کا انتخاب کیا جو تیر اندازی میں بے خطا نشانہ رکھتے تھے اور انہیں لشکر کے ایک علیحدہ حصے کی صورت دی تھی۔

چند روز تک راجہ داہر اور محمد بن قاسم کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ 9 رمضان ہجری 93 کو ایک بار پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے استوار ہوئے۔

محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا اور اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہا۔

”اے اہل عرب! اگر میں جنگ میں مارا جاؤں تو میرے قائم مقائم معرض بن ثابت ہوں گے اگر وہ بھی جنگ میں مارے جائیں تو ان کے قائم مقام سعید ہوں گے۔“

اس کے بعد راجہ داہر اور محمد بن قاسم کے درمیان گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی راجہ داہر نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ مسلمانوں پر زور ڈالتے ہوئے انہیں پسپا کرنے پر مجبور کر دے لیکن مسلمان اپنے مقام پر جمے رہے۔

راجہ داہر نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان لشکری آہنی دیوار بن کر کھڑے ہیں اور پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتے تب اس نے مست جنگی ہاتھیوں کو آگے بڑھایا جنہیں جنگ میں حصہ لینے کے لئے خاص تربیت دی جاتی تھی۔ محمد بن قاسم نے جب دیکھا کہ راجہ داہر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لئے ہاتھیوں کو آگے بڑھا رہا ہے تب محمد بن قاسم کے حکم پر اسلامی لشکر نے اپنے آپ کو چھوٹے چھوٹے دستوں میں تقسیم کرلیا اور

ہاتھیوں پر حملہ کر کے انہیں بری طرح زخمی کر کے مار بھگایا۔
ہاتھیوں کے بھاگنے پر مسلمانوں نے دل کھول کر ایک دم دشمن پر زوردار حملہ کیا اور دشمن کے لشکر کو پیچھے دھکیل دیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور دونوں لشکر اپنے پڑاؤ کی طرف چلے گئے۔
10 رمضان المبارک جمعرات کے دن محمد بن قاسم اور راجہ داہر کے لشکر پھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے اس بار راجہ داہر بڑی شان وشوکت سے خود میدان جنگ کے اندر موجود تھا۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا جے سینا بھی تھا۔ دونوں اپنے لشکر کے درمیانی حصے میں تھے اور ان کے 10 ہزار جنگجو اپنے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے۔
یہ سارے جنگجو سرتا پا لوہے میں غرق تھے اس کے علاوہ زخمی ہونے والے ہاتھیوں کے علاوہ راجہ داہر مزید جنگی ہاتھی اپنے لشکر کے سامنے لے آیا تھا۔
اب راجہ داہر کے لشکر کی عجیب حالت تھی لشکر کے آگے آگے ان گنت ہاتھی تھے ان کے پیچھے دس ہزار زرہ پوش سوار اور ان کے پیچھے تیس ہزار پیادے ہتھیاروں سے لیس تھے۔
لشکر کے وسط میں راجہ داہر اس کا بیٹا جے سینا تھے۔ کہتے ہیں اس وقت راجہ داہر سفید رنگ کے ایک ہاتھی پر سوار تھا ہاتھی کو بڑے بڑے سرداروں، ٹھاکروں اور امیروں نے گھیرے میں لئے ہوئے تھا۔ راجہ داہر سفید ہاتھی کی عماری پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دو نہایت خوبصورت کنیزیں بیٹھی ہوئی تھیں ان میں سے ایک راجہ داہر کو شراب کے جام دیتی جاتی تھی اور دوسری تھوڑی تھوڑی دیر سے اسے پان کے بیڑے پیش کرتی جا رہی تھی۔
دوسری طرف اپنے لشکر کی صفوں کو درست کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔
"اے اہل عرب! دشمن کے اس لشکر نے جنگ کے لئے ہماری طرف رخ کیا ہے تم ہمت سے کام لینا کیونکہ وہ اپنے اہل وعیال مال واسباب اور گھر وزمین کے لئے خطرناک جنگ کریں گے۔
اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان پر ہم سب اپنی خونخوار تلواروں سے ان کو ذلیل وخوار کریں گے اور ان کے مال وعیال پر قبضہ کر کے کافی غنیمتیں حاصل کریں گے۔
تمہیں چاہیئے کہ جمے رہو اور منتشر نہ ہو۔ خاموشی کو اپنا طریقہ بناؤ ہر ایک جہاں مقرر کیا گیا ہے اسے جگہ

سے ہٹنا نہیں چاہیئے۔ کوئی بھی آدمی لشکر کے وسطی حصے سے نکل کر دائیں جانب یا بائیں جانب نہیں جائے گا۔ ہر ایک اپنی جگہ اور مرکز پر ڈٹا رہے گا خوب یاد رکھو کہ اللہ کی فتح و نصرت نیکوں اور پرہیزگاروں کو حاصل ہوتی ہے ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا۔ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ'' پڑھتے رہنا۔

اس کے بعد محمد بن قاسم ان نوجوانوں کی طرف متوجہ ہوا جو لشکریوں کو جنگ کے دوران پانی پلانے پر مقرر تھے اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے ساتھیو! اپنے مشکیزے بھر لو اور پھر اپنے لشکر کی صفوں میں پہنچ کر لوگوں کو پانی پہنچانا تاکہ میرے لشکریوں کو پانی پینے کے لئے باہر نہ نکلنا پڑے۔''

جس وقت راجہ داہر جنگ کی ابتداء کرنے لگا تھا عین اسی لمحہ ایک بار پھر اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا محمد بن قاسم اپنے لشکریوں کے سامنے آیا ان کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''مسلمانو! اپنے گناہوں سے اللہ کے حضور استغفار زیادہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دو عظیم الشان نعمتیں عطا کی ہیں ایک رسول اکرم ﷺ پر درود پڑھنا اور دوسرے اپنے گناہوں پر استغفار کرنا۔ اگر تم قوی دل رہو تو اللہ تعالیٰ تم کو دشمن پر غالب کرے گا۔''

اس کے بعد راجہ داہر نے جنگ کی ابتداء کرتے ہوئے اپنے لشکر کے کچھ دستے آگے بڑھائے تاکہ مسلمانوں پر وہ حملہ آور ہوں۔

محمد بن قاسم نے بھی اپنے چند دستے مقرر کئے اور ان دستوں کا کمانڈار ایک مجاہد ابو فضہ کو مقرر کیا گیا۔ مسلمانوں کے یہ دستے راجہ داہر کے دستوں پر حملہ آور ہوئے ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا باقی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔

اس کے بعد راجہ داہر نے چند اور دستے آگے بھجوائے ابو فضہ نے انہیں بھی بدترین شکست دی تنگ آ کر راجہ نے تیسری بار جب اپنے کچھ دستے آگے بڑھائے تب ابو فضہ اس جوش اس جذبے سے ان پر حملہ آور ہوئے کہ ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا، بہت کم کو بھاگ کر واپس جانا نصیب ہوا۔

اس روز محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کی ترتیب کچھ تبدیل کر دی تھی۔ جہاں راجہ داہر مسلمانوں کو پسپا کرنے

کے لئے ہاتھیوں سے کام لے رہا تھا وہاں محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے پیچھے منجنیقیں بالکل تیار رکھی تھیں۔ منجنیقوں کے ایک طرف اس نے 900 بہترین تیرانداز بھی تیار رکھے تھے جو جلتے ہوئے پروں والے تیر پھینکنے کے بڑے ماہر تھے۔

جب راجہ داہر کے تین دستے شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے تب دونوں لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ جس وقت جنگ اپنے عروج پر آگئی محمد بن قاسم نے بلند آواز میں اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

''مسلمانو! بڑھتے چلے جاؤ کیونکہ دشمن کا لشکر اب منتشر ہونے والا ہے۔''

محمد بن قاسم کے ان جملوں نے مسلمانوں کے اندر ایک عجیب سا جذبہ وحوصلہ پیدا کر دیا تھا اور وہ بڑھ چڑھ کر راجہ داہر کے لشکر پر حملہ آور ہونے لگے تھے۔ حالانکہ ان کے مقابلے میں راجہ داہر کے لشکر کی تعداد 40 ہزار سے بھی زیادہ تھی۔

جس وقت جنگ اپنے عروج پر تھی اور راجہ داہر اب اپنے لشکر کے وسطی حصے سے نکل کر آگے آ رہا تھا تا کہ لشکر میں اس کی موجودگی کی وجہ سے ایک نیا جذبہ پیدا ہو اور وہ مسلمانوں کو شکست دیں کہ عین اسی لمحہ محمد بن قاسم کے ایک لشکری نے نام جس کا شجاع تھا اس نے بلند آواز میں عہد کرتے ہوئے کہا۔

''میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اس وقت تک نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک کہ میں راجہ داہر کا مقابلہ کر کے اس کے ہاتھی کو زخمی نہ کرلوں گا یا اس سے لڑتا ہوا مارا نہ جاؤں۔''

شجاع نام کا وہ لشکری اپنے سیاہ رنگ کے گھوڑے کو برق کی طرح بھگاتا ہوا اس طرف گیا جہاں راجہ داہر اپنے ہاتھی پر سوار تھا اور راجہ داہر کے کچھ لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتارتا ہوا وہ راجہ داہر کے ہاتھی کے سامنے پہنچ گیا۔

راجہ داہر نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا وہ لشکری اس پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے تو اس نے اسے ہاتھی کے پاؤں تلے روندنے کے لئے اپنے ہاتھی کو آگے بڑھایا جب ہاتھی قریب آیا تو شجاع کا گھوڑا ہاتھی کو دیکھ کر بدکا لیکن شجاع نے ہمت نہیں ہاری اس نے اپنے سر پر خود کے اوپر عمامہ باندھ رکھا تھا اس نے فوراً عمامہ اتار کر اپنے گھوڑے کی آنکھوں پر باندھ دیا پھر گھوڑے کو آگے بڑھایا۔

اتنی دیر تک ہاتھی قریب آچکا تھا ہاتھی نے سونڈھ بڑھا کر جب شجاع کو نقصان پہنچانا چاہا تو شجاع نے زور دار انداز میں اللہ اکبر کا نعرا مارا اور اس انداز میں تلوار کا وار ہاتھی پر کیا کہ ہاتھی کی سونڈ اس نے کاٹ کر رکھ دی۔

ہاتھی چیخ چلا اٹھا تھا اس دوران راجہ داہر نے ایک دو شاخہ تیر شجاع پر چلا دیا جو اس کی گردن پر لگا اور وہ شہید ہوگیا۔ اس طرح شجاع نام کے اس مجاہد نے ایک طرح سے راجہ داہر اور اس کے لشکریوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

شجاع کے شہید ہونے پر داہر نے بھی اپنے لشکر کو للکارا اور حوصلہ دلایا کہ میں نے ان کے ایک سورما کو ہلاک کردیا ہے۔ داہر کے ان الفاظ پر اس کے لشکریوں کے حوصلے بھی بلند ہوئے اور انہوں نے ہاتھیوں کو آگے بڑھاتے ہوئے پوری طاقت وقوت سے محمد بن قاسم پر حملے کرنے شروع کر دیئے تھے اس طرح 40 ہزار کا لشکر 12 ہزار مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

اس موقع پر محمد بن قاسم نے جب دیکھا کہ راجہ داہر پوری طاقت وقوت سے حملہ آور ہوتے ہوئے مسلمانوں کے لشکریوں کو پسپا کرنے کے قریب ہے اور چاہتا ہے کہ مسلمان متزلزل ہوجائیں تو اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے محمد بن قاسم نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

”اے اہل عرب! میں تمہارا سپہ سالار محمد بن قاسم تمہارے اندر موجود ہوں اگر تم میدان جنگ سے منہ موڑو گے تو بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ ڈھالیں اٹھاؤ اور حملہ کرو تا کہ دشمن کو شکست ہو اور تمہیں دشمن پر فتح حاصل ہو۔“

محمد بن قاسم کے ان الفاظ نے مسلمان مجاہدین کے اندر ایک آگ بھڑکا کر رکھ دی تھی۔ پوری طاقت وقوت سے انہوں نے حملہ شروع کیا اس موقع پر اپنے لشکر کے آگے آگے لڑتے ہوئے۔ لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے محمد بن قاسم نے اپنے بڑے بڑے سالاروں کو پکارنا شروع کردیا۔

خریم بن عمر کہاں ہے؟ محمد بن مصعب بن عبدالرحمٰن کہاں ہے؟ نباطہ خزلہ اور تمیم بن زید کہا ہیں؟ میرے ساتھی اور رشتہ داروں! میرے شمشیر زنو، میرے محافظو، میرے تیر اندازو! تم سب اسلام کے محافظ ہو، تم اپنے لشکریوں کو اپنی جگہ تیار رکھو اور متزلزل نہ ہو اور اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھاؤ۔“

اس کے بعد محمد بن قاسم نے خود اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اپنے لشکر کے آگے آگے دشمن پر حملہ آور ہو کر اپنے سامنے آنے والے ہر دشمن کو کاٹنا شروع کر دیا تب اس کے لشکری آگ اور برق کی طرح بھڑک اٹھے

تھے اور اس انداز میں حملہ آور ہونے لگے کہ تلواریں تلواروں سے ٹکرا کر چنگاریاں پیدا کرنے لگیں تھیں۔

راجہ داہر نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کو پسپا کرے لیکن اب اس نے دیکھا کہ مسلمان اس کے لشکر کے اندر گھس کر دباؤ ڈالتے جارہے تھے بلکہ اس کے لشکر کو کاٹتے ہوئے اس کی تعداد بھی کم کرتے جارہے تھے۔ عین اسی لمحہ جب جنگ اپنے پورے جوبن پر تھی راجہ داہر نے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے جو لشکر کے آگے ہاتھی رکھے تھے ان کے اندر خود بھی آیا اس طرح وہ اپنے لشکر کے آگے ہو کر اپنے لشکریوں کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ اصل جنگ اب شروع ہو گی۔

دوسری طرف محمد بن قاسم نوعمر ہونے کے ساتھ ساتھ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا اور وہ دشمن کی کسی چال سے غافل نہیں تھا۔ جونہی ہاتھی پر سوار راجہ داہر اپنے لشکر کے سامنے آیا ہاتھی کو آگے بڑھایا تب محمد بن قاسم نے تلوار بلند کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کو مخصوص اشارہ کیا یہ اشارہ ملنا تھا کہ لشکر کے پیچھے جو منجنیقیں تھیں۔ انہوں نے راجہ داہر کے لشکر پر سنگ باری شروع کر دی اور ساتھ ہی نوسو بہترین تیر انداز جو محمد بن قاسم نے مقرر کر رکھے تھے انہوں نے جلتے ہوئے پروں کے تیر دشمن پر پھینکنے شروع کر دیئے جلتے ہوئے ان تیروں کی وجہ سے راجہ داہر کے ہاتھی بدکنے لگے عین اسی لمحہ ایک مسلمان مجاہد نے تاک کر ایسا تیر مارا جو راجہ کے ہاتھی کی عماری میں لگا اور آگ لگ گئی۔ آگ لگنے سے ہاتھی گھبرا کر قریب کی جھیل میں جا گھسا اور وہاں بیٹھ گیا۔

فیل بان نے بری کوشش کی کہ ہاتھی کو وہاں سے نکالے لیکن ہاتھی پانی پینے لگا تھا۔ پانی پینے کے بعد ہاتھی خود ہی نکل کھڑا ہوا اتنی دیر تک مسلمانوں نے حملہ آور ہو کر راجہ داہر کے لشکر کو منتشر کر دیا تھا۔ راجہ داہر نے اس موقع پر بھاگ کر قلعے کی طرف جانا چاہا...... لیکن مسلمانوں نے ایسی تیز تیر اندازی کی کہ وہ ایسا نہ کر سکا۔ راجہ اور اس کا ہاتھی دونوں تیروں سے زخمی ہو گئے۔

اس موقع پر اپنے بھاگتے لشکریوں کو روکنے اور ان کا حوصلہ بڑھانے کے لئے راجہ داہر اپنے ہاتھی سے اتر کھڑا ہوا اور پیادہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا۔

جب راجہ داہر آگے بڑھا تو ایک گمنام مسلمان لشکری اس کے سامنے آیا دونوں میں تلوار کا مقابلہ شروع ہوا اور اس مسلمان لشکری نے راجہ داہر کو حکم دے کر اس پر تلوار گرائی تو اس کی تلوار راجہ داہر کے سر سے ہوتی ہوئی

گردن سے نیچے تک اترتی چلی گئی اور راجہ داہر کا کام تمام کرتی چلی گئی۔ اس طرح راجہ داہر کا خاتمہ ہوا۔ یوں راجہ داہر کے جرار لشکر کے مقابلے میں محمد بن قاسم کو چھوٹے سے لشکر کے ساتھ فتح نصیب ہوئی راجہ داہر جب قتل ہوا تو لشکر میں جو برہمن تھے وہ فوراً حرکت میں آئے اور راجہ داہر کی لاش کو انہوں نے کیچڑ کے اندر چھپا دیا جبکہ محمد بن قاسم ایک فاتح کی حیثیت سے قلعہ راوڑ میں داخل ہوا۔

☆......☆......☆

راجہ داہر کو شکست دینے اور راوڑ شہر میں داخل ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ راجہ داہر کا پتہ چلایا جائے کہ اس کا کیا انجام ہوا؟ چنانچہ داہر کی تلاش ہوئی جس وقت مسلمان راجہ داہر کی لاش تلاش کر رہے تھے اسی وقت ایک برہمن محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بستہ کھڑے ہو کر کہا۔

"اے انصاف پسند حاکم! مجھے اور میرے گھر والوں کو امان دے دی جائے تو میں بتا سکتا ہوں کہ راجہ داہر کی لاش کہا اور کس جگہ ہے؟"

محمد بن قاسم نے اس برہمن سے تعاون کیا پھر اس کے گھر والوں کو امان دے دی اس پر وہ برہمن محمد بن قاسم کے آدمیوں کو لے کر اس جھیل کے کنارے گیا جہاں جنگ ہوئی تھی کیچڑ میں وہاں برہمنوں نے راجہ داہر کی لاش چھپائی تھی وہاں سے اس نے لاش نکال کر دکھائی۔

اس کے بعد راجہ داہر کا سر محمد بن قاسم کے پاس لایا گیا جو لوگ اس وقت اس کے سامنے موجود تھے۔ محمد بن قاسم نے ان سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی آدمی ایسا ہے جو داہر کو جانتا ہو؟ ساتھ ہی اس نے حکم دیا کہ ان دو کنیزوں کو بلایا جائے جو جنگ میں راجہ داہر کے ساتھ ہاتھی پر سوار تھیں اس پر ان دونوں کنیزوں کو بلایا گیا۔ محمد بن قاسم کے سامنے جب دونوں آئیں تو محمد بن قاسم نے ان سے داہر سے متعلق پوچھا۔ ان دونوں نے راجہ داہر کے سر کو دیکھ کر کہا کہ بے شک یہی راجہ دہر کا سر ہے پھر محمد بن قاسم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور داہر کا سر اپنے ایک لشکری صارم بن ابی صارم کے ہاتھ حجاج کی طرف روانہ کر دیا۔

راجہ داہر کے ساتھ ہی محمد بن قاسم نے راوڑ کی فتح میں جو مال غنیمت تھا وہ بھی حجاج بن یوسف کی طرف بھجوایا۔ کہتے ہیں اس سامان میں راجہ داہر کی ایک بھتیجی نام جس کا حسنہ تھا وہ بھی روانہ کی گئی۔ حجاج بن یوسف محمد

بن قاسم کی فتح کا سن کر بے حد خوش ہوا اس کے بعد راجہ داہر کا سر اس نے دمشق خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پاس بھجوادیا۔ راجہ داہر کی بھتیجی حسنہ کو بھی وہاں بھجوادیا گیا۔ کہتے ہیں اس حسنہ کا نکاح عبداللہ بن عباس سے ہو گیا تھا اور وہ ایک عرصہ تک اس کے نکاح میں رہی پر اس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

دوسری طرف راجہ داہر کا بیٹا جے سینا بھاگ کر برہمن آباد کی طرف چلا گیا تھا وہاں وہ لشکر جمع کرنے لگا آس پاس کے تمام راجاؤں سے امداد طلب کی جنگ کی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچادیا چاروں طرف خطوط لکھے۔ اپنے جاننے والوں سے بھی مسلمانوں کے خلاف مدد طلب کی اس کے علاوہ اس کا دوسرا بھائی گوپی بھی حرکت میں آچکا تھا۔ ایک خط اس نے بھاٹیا کے قلعے میں اپنے بھتیجے داہر سینا کو بھیجا کہ لشکر کو تیار کرے تا کہ مسلمانوں کو نکال باہر کیا جائے۔

ایک خط اپنے چچازاد بھائی ڈھول کو لکھا۔ جو بدیہ کا حاکم تھا۔ سب کو داہر کے مارے جانے کی اطلاع دی مستقبل کے بارے میں مشورے طلب کئے اس طرح راوڑ کی فتح کے بعد ایک طرح سے مشرقی سندھ کے چھوٹے چھوٹے حاکم محمد بن قاسم کے ساتھ ہو لئے تھے۔

راوڑ کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے 93 ہجری شوال کے مہینے میں راوڑ سے نکل کر برہن آباد کا رخ کیا جہاں راجہ داہر کا بیٹا جے سینا قیام کئے ہوئے تھا۔

راوڑ اور برہمن آباد کے درمیان دو مضبوط قلعے تھے جن میں سے ایک کا نام بہرہ ور اور دوسرے کا دہلیلہ تھا۔

محمد بن قاسم نے پہلے بہرہ ور پر حملہ کیا۔ اس قلعے میں 16 ہزار مسلح جنگجو تھے انہوں نے محمد بن قاسم کے لشکر کا سخت مقابلہ کیا جواب میں محمد بن قاسم نے نہ صرف ان پر جلتے تیروں کی بارش کی بلکہ منجنیقوں کے ذریعہ بھی ان پر سنگ باری کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

اس طرح محمد بن قاسم نے اپنے حملوں میں جب شدت پیدا کی تو رفتہ رفتہ دشمن کے تمام جنگجو آدمی مارے گئے آخر قلعے کی دیواریں مسلمانوں نے منجنیقوں کے ذریعہ سنگ باری کر کے توڑ دیں اس طرح محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا وہاں سے بھی اسے کافی مال غنیمت ہاتھ آیا۔

اب محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ دوسرے قلعے دہلیلہ کی طرف روانہ ہوا اور آگے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

دہلیلہ کے قلعے اور شہر کے تاجر اور دوسرے شہری محمد بن قاسم کے آنے کی خبر سن کر پہلے ہی بھاگ چکے تھے قلعے میں صرف لشکر تھا اس نے مسلمانوں سے ٹکرانے کا عزم کر لیا۔

مسلمانوں نے جب محاصرے میں سختی پیدا کی۔ محاصرہ طول پکڑنے لگا اور قلعے میں محصور لشکر کو کہیں سے بھی مدد نہ ملی تو وہ ایک رات قلعہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اس طرح اس قلعے پر بھی محمد بن قاسم کا قبضہ ہو گیا تھا۔

یہیں سے محمد بن قاسم نے ہندوستان کے مختلف راجاؤں اور دوسرے حکمرانوں کے نام تبلیغی خطوط روانہ کیے اور ان سب پر اسلام کی خوبیاں واضح کر کے اسلام کی دعوت دی۔

جس وقت راجہ داہر کو شکست ہوئی اور وہ جنگ میں کام آ گیا تو اس کا وزیر سیا کر بھاگ اٹھا اس نے کہیں پناہ لے لی تھی جب اسے خبر ہوئی کہ محمد بن قاسم نے مختلف راجاؤں اور حکمرانوں کو تبلیغی خطوط لکھے ہیں تو اس نے بڑی راز داری سے اپنے چند مخلص ساتھیوں کو محمد بن قاسم کی طرف روانہ کیا اور ان کے ذریعہ سے محمد بن قاسم کے سامنے اپنے غلطیوں اپنی کوتاہیوں پر شرمندگی کا اظہار کر کے معافی کا طلب گار رہا۔

محمد بن قاسم نے اس کو معاف کر دیا سیا کر معافی کا پروانہ حاصل کرنے کے بعد محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان مسلمان عورتوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر آیا جنہیں گرفتار کر کے بطور یرغمال رکھا گیا تھا۔ یہ وہی عورتیں تھیں جنہوں نے گرفتاری کے وقت حجاج کا نام لے کر فریاد کی تھی اور اس کی مدد چاہی تھی۔

محمد بن قاسم نے ان مظلوم عورتوں کا بہترین استقبال کیا انہیں دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور انہیں بڑی عزت اور احترام کے ساتھ ان کے گھروں کی طرف روانہ کر دیا۔

سیا کر جب محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا محمد بن قاسم نے اس کی بڑی تکریم اور بڑی عزت کی تھی۔ اسے انعام و اکرام سے بھی نوازا اور یہاں تک کہ محمد بن قاسم نے اسے اپنا وزیر بنا لیا۔

سیا کر بھی محمد بن قاسم کے اس سلوک سے بے حد خوش ہوا وہ ایک عقلمند اور دور اندیش انسان تھا چند ہی دن میں وہ محمد بن قاسم کا قابل بھروسہ ساتھی بن گیا۔ تمام معاملات میں محمد بن قاسم اس سے مشورہ کرنے لگا۔ سیا کر بھی محمد بن قاسم کا انتہاء درجہ کا ممنون ہوا اور اکثر و بیشتر وہ محمد بن قاسم کی لوگوں کے سامنے تعریف کیا کرتا تھا۔

دہلیلہ سے روانہ ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے برہمن آباد کا رخ کیا ساتھ ہی ایک قاصد برہمن آباد میں

راجہ داہر کے بیٹے جے سینا کے پاس روانہ کیا اسے یہ پیغام دیا کہ!

"اول اسلام قبول کر لو نہیں تو ہماری اطاعت قبول کر کے جذبہ دنیا قبول کرو۔ اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو جنگ کے لئے تیار رہو۔"

برہمن آباد میں اس وقت راجہ داہر کے بیٹے جے سینا کے پاس چالیس ہزار سے زیادہ کا لشکر تھا جبکہ جے سینا خود برہمن آباد سے نکل کر دوسرے علاقوں کی طرف چلا گیا تھا تاکہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مزید لشکری جمع کرے۔

محمد بن قسم جب برہمن آباد پہنچا تو شہر اور قلعے کا اس نے محاصرہ کر لیا شہر کے اندر جو چالیس ہزار کا لشکر تھا وہ صبح کو ڈھول بجاتے ہوئے نکلتا مسلمانوں کے ساتھ صبح سے شام تک جنگ کرتا اور واپس شہر میں داخل ہو جاتا مسلمان اپنے پڑاؤ میں چلے جاتے اس طرح شہر کا محاصرہ طول پکڑنے لگا۔

اس دوران جے سینا ایک اور لشکر لے کر آ گیا اور اس نے شہر کے باہر سے مسلمانوں پر شب خون مارنا شروع کر دیا یہ اب ایک طرف سے برہمن آباد کے اندر جو دشمن لشکر تھا وہ باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتا اور باہر سے جے سینا مسلمانوں پر شب خون مارنے لگا اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا اسے جے سینا کے تعاقب میں لگا دیا۔

جے سینا کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر اب اس کے پیچھے لگ گیا ہے تو وہ بڑا خوف زدہ ہوا وہ اس لشکر کو جو اس کے ساتھ تھا لیکر ریگستان کے راستے چتوڑ کے علاقے کی طرف بھاگ گیا وہاں سے اس نے اپنے بھائی گوپی کو ایک خط لکھا اس کا بھائی گوپی اس وقت اروڑ شہر میں تھا وہاں کا وہ حاکم تھا۔ جے سینا نے اپنے بھائی گوپی کو لکھا کہ میں سلطنت سے دستبردار ہوتا ہوں تم قلعہ اروڑ کی پوری طرح حفاظت کرو۔

دوسری طرف جے سینا کے جانے کے بعد برہمن آباد کے باشندے جو لڑائی سے تنگ آ چکے تھے اب اس فکر میں تھے کہ کسی طرح اس جنگ سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

شہر کے معززین ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے مشورہ کیا کہ کب تک وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہیں گے اگر مقابلے نے طول پکڑا تو مسلمان بزور شمشیر قلعے کو فتح کر لیں گے اور پھر ان میں سے کسی کے بچنے کا کوئی

امکان نہیں رہے گا اور نہ ہی انہیں کہیں باہر سے ملنے کی کوئی امید ہے۔ اس سلسلے میں ان معززین شہر نے شہر کے اندر جو لشکر تھا اس سے بھی کوئی مشورہ نہ کیا۔

آپس میں مشورہ کرنے کے بعد شہر کے ان سرکردہ لوگوں نے محمد بن قاسم کی طرف اپنے آدمی بھجوائے اور استدعا کی کہ ہم جنگ نہیں کرنا چاہتے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرنا چاہتے ہیں اور شہر آپ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں لیکن اس طرح شہر کی حوالگی ہونی چاہیئے کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ ہم نے آپ سے جنگ کی اور آپ فتح مند ہو کر شہر میں داخل ہوئے اس طرح ہم پر کوئی حرف گیری نہیں آئے گی۔ ساتھ ہی شہر کے اندر جو لشکر ہے وہ بھی ہمارے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کرے گا۔

محمد بن قاسم نے ان کی اس التجاء کو منظور کر لیا چنانچہ تمام غیر فوجی شہریوں کو امان دے دی گئی۔ اس کے بعد ایک دن مقرر کیا گیا جس دن کہ شہر کے اندر سے وہ لوگ نکلے تاکہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوں مسلمان بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ شہر کے لوگوں نے شکست قبول کی۔ شہر کی طرف بھاگے اور پیچھے شہر کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔ اس طرح مسلمان قلعے میں داخل ہونے کے بعد بآواز بلند تکبیریں بلند کرنے لگے۔

قلعے کے اندر جو جے سینا کا لشکر تھا جب انہوں نے تکبیروں کی آوازیں سنیں اور انہیں پتہ چلا کہ مسلمان تو قلعے کے اندر داخل ہو گئے ہیں تب وہ قلعے کے دوسرے دروازے سے اپنی جانیں بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس طرح برہمن آباد پر بھی محمد بن قاسم کا قبضہ ہو گیا تھا۔

برہمن آباد کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے اعلان کیا کہ جو لوگ بخوشی مسلمان ہو گئے ہیں ان کے حقوق مسلمانوں کے حاوی ہوں گے اور وہ غلامی اور جزیہ سے مستثنیٰ ہوں گے اور جو لوگ اپنے مذہب پر قائم رہیں گے ان پر ان کے مذہب کے معاملے میں تو کوئی زبردستی نہیں کی جائیں گی۔ لیکن ان کو جزیہ دینا پڑے گا جس کی شرح امیر اور دولتمند کے لئے 48 درہم درمیانے اور متوسط لوگوں کے 24 درہم غریب لوگوں کے 22 درہم یعنی کل تین روپے مقرر کی گئی اور یہ جزیہ بھی سالانہ ادا کرنا تھا۔

اس اعلان کے بعد کچھ لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا اور کچھ لوگ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ جو لوگ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے ان کے ساتھ بھی مسلمانوں کا سلوک انتہائی اچھا تھا اور ان کے مال واسباب

میں سے کوئی چیز زبردستی نہ لی گئی تھی۔

اس کے علاوہ مسلمانوں نے برہمنوں کو یہ رعایت بھی دی کہ برہمنوں کو جو سابقہ حکومت کی طرف سے حقوق حاصل تھے ان کے وہ حقوق بحال رہیں گے۔ دوئم کہ شہر اور گردونواح کے مندروں کے نام جو جائدادیں چلی آتی تھیں ان میں کوئی دخل اندازی نہیں کی جائے گی اور پہلے کی طرح برہمنوں کے وظیفے جاری رہیں گے۔ سوئم یہ کہ شہر کے ان تاجروں، کسانوں اور شہریوں میں جن کا مال جنگ میں لٹ گیا تھا اور جن کی تعداد تقریباً 10 ہزار تھی ایک لاکھ بیس ہزار درہم تقسیم کیے گئے تاکہ وہ اپنی حالت درست کر کے اچھے شہریوں کی طرح زندگی بسر کریں۔

برہمن آباد شہر اور قلعے کا انتظام بھی محمد بن قاسم نے خوب کیا۔ چاروں دروازوں پر جو لشکری حفاظت کے لئے مقرر کیے گئے ان میں سے ہر دستے کا افسر برہمن مقرر کیا۔ ان افسروں کو یہ عزت بخشی گئی کہ ایک گھوڑا اور خلعت ان کو دیا گیا اور مقامی رواج کے مطابق ان کے ہاتھوں اور بازوؤں میں سونے کے کڑے پہنائے گئے اور ہر ایک کو دربار میں کرسی دی گئی۔

ہر عہدہ دار کو محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ تمہارا سب سے بڑا فرض یہ ہوگا کہ رعایا اور حکومت کے درمیان اچھے تعلقات پیدا کرو اور ان تعلقات کے خوشگوار بنانے میں کوئی حائل ہو تو حکومت ان قوتوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گی۔

مال گزاری وصول کرنے پر بھی برہمنوں کو مقرر کیا اور انہیں نصیحت کی کہ مال گزاری وصول کرتے وقت رعایا پر ظلم وزیادتی ہرگز نہ ہو۔

محمد بن قاسم کے اس سلوک سے سارے شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی ہر ایک برہمن کی زبان پر اسلامی حکومت کی تعریف تھی کل تک جو برہمن اسلامی حکومت کے دشمن تھے وہ گاؤں گاؤں بستی بستی پہنچ کر لوگوں سے کہتے۔

''لوگو! تم سب جانتے ہو داہر مارا جا چکا ہے اس کی حکومت ختم ہو چکی ہے اب تمام ملک خواہ سندھ ہو یا ہند پورے طور پر عربوں کے ہاتھ میں ہے ان کے نزدیک بڑا چھوٹا شہری دیہاتی سب برابر ہیں۔

اب جو کچھ بھی ہم کریں گے اسے بادشاہ کی طرف سے جاننا چاہیئے۔ ہمیں تمہارے پاس بھیجا گیا ہے اور ہم سے شاندار وعدے کیئے گئے ہیں۔ اگر ہم عربوں کی اطاعت نہ کریں گے تو ہم سخت نقصان میں رہیں گے۔ ہم

اپنی سابقہ حالت اور عزت ان کی اطاعت سے حاصل کر چکے ہیں اگر یہ جزیہ جو تم پر عائد کیا گیا ہے اسے گراں باری سمجھتے ہو تو پھر ہندوستان کے کسی ایسے علاقے میں چلے جاؤ جہاں تمہارے دل کو اطمینان حاصل ہو۔ کیونکہ انسان کے لئے جان کی سلامتی سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں ہے جزیہ کے ادا کرنے ہی سے ہمارا مال و اہل و عیال محفوظ رہیں گے۔

برہمنوں کی یہ باتیں سن کر لوگ دیہات سے برہمن آباد آتے اور ضروری باتیں معلوم کر کے واپس چلے جاتے۔ جو معززین لوگ اطراف اور اکناف سے محمد بن قاسم کے پاس آتے وہ ان کو اسلامی حکومت کی خوبیاں سمجھاتے اور ان سے کہتے تم ہر طرح سے مطمئن ہو ہمارے متعلق کسی قسم کا برا خیال دل میں نہ لاؤ اور تمہاری بات سنی جائیں گی اور تمہارا مشورہ بھی قبول کیا جائے گا۔

برہمن آباد کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم کی رواداری کا اندازہ اس سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایک روز برہمن آباد کے مندر کے پجاری اس کے پاس آئے اور کہا۔

”اے امیر ہم مندر کے پجاری ہیں ہم لوگوں کا گزارہ پوجا پاٹ پر ہے۔ لیکن جب سے شہر پر آپ کا قبضہ ہوا ہے لوگ اس قدر خوف زدہ ہو گئے ہیں کہ انہوں نے خوف سے مندر میں پوجا کے لئے آنا چھوڑ دیا ہے اب ہم بھوکوں مر جائیں گے۔ ان پجاریوں نے مزید کہا اب جبکہ ان لوگوں نے جزیہ دینا منظور کر لیا ہے تو انہیں مندروں میں پوجا کی اجازت دی جائے۔“

محمد بن قاسم برہمنوں کی یہ بات سن کر خاموش ہو گیا کیونکہ اسلام میں بتوں کی پرستش حرام ہے لہٰذا یہ سارا معاملہ محمد بن قاسم نے ایک قاصد کے ذریعہ حجاج بن یوسف کے سامنے پیش کیا۔

چند دن بعد محمد بن قاسم کے اس خط کے جواب میں حجاج بن یوسف کا جواب آیا حجاج بن یوسف نے لکھا تھا۔

”تمہارا خط ملا، برہمن آباد کے پجاریوں نے جو تم سے مندر کے آباد کرنے اور مذہبی معاملات میں نرمی اختیار کرنے کی استدعا کی ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جب وہ لوگ اپنے مذہب پر قائم رہ کر جزیہ دیتے ہیں تو پھر ان کے مذہبی معاملات میں دخل نہ دینا چاہیئے۔

تم انہیں اجازت دو کہ وہ اپنے طریقے پر اپنے مذہبی مراسم ادا کریں اور کسی کو اس کے طریقہ عبادت سے

روکنے کی ضرورت نہیں۔ان کے جان و مال کی حفاظت ہمارا فرض ہے اس کا خیال رکھو کہ ان کی جان و مال کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے تا کہ وہ اپنے گھروں میں مطمئن اور خوشحال زندگی بسر کریں۔‘‘

حجاج بن یوسف کا یہ پیغام اس کی صلح جوئی، نرم روی اور اسلامی اصولوں کی پابندی کی غمازی کرتا ہے۔ یہ پیغام جب محمد بن قاسم کو ملا تو اس نے شہر کے معززین اور برہمنوں کو بلا کر کہا کہ تم اپنے مندر میں آزادی سے اپنے طریقے پر پوجا پاٹ کر سکتے ہو اور حکومت کی طرف سے کسی کو اس کی عبادت میں روکا نہ جائے گا تم لوگ جو اپنے مندروں کی خدمت کرتے تھے اور پجاریوں کو نذر و نیاز دیتے تھے حسب دستور اب بھی دیتے رہو۔ آپس میں میل ملاپ رکھو اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر رہو۔

اس کے بعد محمد بن قاسم کے سامنے لوہانہ کے جاٹوں کا مسئلہ پیش کیا گیا یہ جاٹ ’’سمہ‘‘ اور ’’لاکھا‘‘ قبائل پر مشتمل تھے۔اس موقع پر محمد بن قاسم نے سیاکر کو بلایا جو پہلے راجہ داہر کا وزیر ہوا کرتا تھا اب وہی محمد بن قاسم کا وزیر تھا سیاکر کو مخاطب کر کے محمد بن قاسم نے پوچھا۔

’’مسلمان کی آمد سے پہلے جب یہاں مقامی راجہ حکومت کیا کرتے تھے تو لوہانہ کے جاٹوں یعنی ’’سمہ‘‘ اور ’’لاکھا‘‘ قبیلوں کے ساتھ کیسا اور کس قسم کا سلوک کیا جاتا تھا؟‘‘

اس پر سیاکر محمد بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

’’ان دونوں قبیلوں کو ریشم یا مخمل کے کپڑے پہننے کی اجازت نہ تھی بلکہ وہ موٹا سیاہ کپڑا پہنا کرتے تھے اور ایک موٹی چادر اپنے کاندھوں پر ڈال لیا کرتے تھے ننگے سر اور ننگے پاؤں رہتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی نرم لباس پہنتا تو اس پر راجہ کی طرف سے جرمانہ کیا جاتا تھا۔

جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلتے تو ان کے ساتھ ایک کتا لازمی ہوتا تھا تا کہ دوسرے لوگوں کے اندر سے انہیں پہچانا جا سکے۔

انہیں گھوڑے پر بیٹھنے کی اجازت نہ تھی ان سے رہبری کا کام لیا جاتا تھا اگر ان کا کوئی مقدم رانا یا ٹھاکر گھوڑے پر بیٹھتا تو بغیر زین کے گھوڑے کی پشت پر کمبل ڈال کر بیٹھتا تھا۔ راستوں کی حفاظت بھی ان کے ذمہ تھی اگر کوئی حادثہ پیش آتا تو ان سے جواب طلبی کی جاتی تھی اور قصور ثابت ہونے پر ٹھاکر اور رانا کو سزا دی جاتی تھی۔‘‘

محمد بن قاسم نے جب سیاکر کے یہ الفاظ سنے تو پوچھا آخر ان کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جاتا تھا۔ اس پر سیاکر کہنے لگا!

''ایسا اس لئے ہوتا تھا کہ یہ قومیں وحشی ہیں اور ہمیشہ حکومت کے لئے سرکشی اور بغاوت کا باعث بنی رہی ہیں۔ ڈاکہ زنی کا کام کرتے ہیں دیبل میں بھی یہ لوگ وہاں کے باشندوں کے ساتھ لوٹ مار میں شریک رہا کرتے تھے۔''

سیاکر کے ان الفاظ پر مصلحت کو دیکھتے ہوئے محمد بن قاسم نے ان قبیلوں کے لئے پرانے اصولوں کو برقرار رکھا۔

اس کے بعد محمد بن قاسم برہمن آباد کے اندرونی نظم و نسق میں لگ گیا تھا۔ برہمن آباد میں محمد بن قاسم نے چار معزز تاجروں کی ایک کونسل بنائی اور ان کے سپرد یہ کام لگایا کہ وہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کیا کریں گے۔ ساتھ ہی وہاں اس نے اپنا حاکم بھی مقرر کیا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ آخری فیصلہ محمد بن قاسم کے مقرر کردہ حاکم ہی کی مرضی سے طے ہوا کرے گا۔

برہمن آباد ہی میں قیام کے دوران محمد بن قاسم نے مختلف امور کے لئے اپنے مختلف سالار مقرر کئے۔ ایک سالار کو راوڑ کی طرف روانہ کیا گیا تا کہ وہاں قیام کر کے وہ کشتیوں کا اہتمام کرے۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں مثلاً سیہون دیبل اور دیگر بہت سے علاقوں کے حاکم مقرر کئے اور انہیں یہ بھی نصیحت کی کہ سارے حاکم ایک دوسرے سے تعاون کریں ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھیں اور ملک کے ہر معاملے میں ایک دوسرے کو باخبر رکھیں اور اپنے اپنے علاقے میں جو عوام کو بہتری کے لئے جو نیا کام کریں ان سب کی اطلاع باقاعدہ محمد بن قاسم کو دیا کریں۔

ان سارے امور سے فارغ ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے برہمن آباد سے ۳ محرم 712ء کو کوچ کیا وہ جمعرات کا دن تھا اور برہمن آباد سے کوچ کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے منہل کے علاقے کا رخ کیا۔

اس علاقے میں زیادہ تر بدھ مذہب کے ماننے والے اور تاجر آباد تھے جیسے ہی ان لوگوں کو خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا سالار محمد بن قاسم اپنے لشکریوں کے ساتھ ان کے علاقوں کا رخ کر رہا ہے تو وہ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اعلان کیا۔ ان کے اس رویے کو دیکھ کر محمد بن قاسم خوش ہوا

ان پر جزیہ مقرر کیا انہیں عام معافی دے دی اور انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرو اور وقت پر مقررہ جزیہ ادا کرتے رہو" محمد بن قاسم نے انتظامی امور کے لئے اس علاقے میں دو مقامی سرداروں کو مقرر کیا۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک کا نام بوادا اور دوسرے کا نام ڈھول تھا۔ تاجروں اور بدھ مت کے لوگوں کے علاوہ اس علاقے میں جاٹ قوم بھی آباد تھی اس نے بھی محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کر لی۔ یہاں تک سارے علاقے کو فتح کرنے کے بعد اس کی تفصیل محمد ب قاسم نے حجاج بن یوسف کو لکھی۔

محمد بن قاسم کی اس تفصیل کے جواب میں ایک خط حجاج بن یوسف کی طرف سے آیا اور اس نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو لکھا تھا۔

"میرا صاف اور واضح حکم یہ ہے کہ جو لوگ ہتھیار بند ہیں اور مسلح ہیں اور نافرمانی اور سرکشی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں ان کے خلاف قتال کیا جائے اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم امن قائم کرنے کے لئے ان کے لڑکے اور لڑکیوں کو بطور یرغمال اپنے پاس رکھا جائے تاکہ یہ مطیع اور فرمانبردار بن کر رہیں۔"

ان لوگوں کے علاوہ جو لوگ شروع ہی سے فرمانبرداری اختیار کریں ان کو مکمل طور پر امان دی جائے تاجروں، پیشہ وروں اور کاشتکاروں پر ہلکا اور کم جزیہ مقرر کیا جائے۔ جو کوئی اسلام قبول کرے اس سے صرف عشر لیا جائے اور جو شخص اپنے آبائی مذہب پر رہے اس کے پیشے یا ذرائع کی آمدنی میں سے جذیہ مقامی قانون کے مطابق حاصل کیا جائے۔"

محمد بن قاسم کے حجاج بن یوسف کی ہدایات کے مطابق عمل کرنا شروع کیا اس کے بعد اس نے منہل سے پیش قدمی شروع کی۔

☆......☆......☆

منہل سے نکل کر محمد بن قاسم نے آگے بڑھتے ہوئے سمہ قوم کے علاقوں کا رخ کیا جب سمہ قوم کے علاقوں کے سرداروں کو پتہ چلا کہ مسلمانوں کا سالار محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کے علاقوں میں داخل ہو رہا ہے تب وہ لوگ ناچتے، گاتے اور زور زور سے ڈھول بجاتے ہوئے محمد بن قاسم اور اس کے لشکریوں کے استقبال

کے لئے نکلے۔ ان کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے محمد بن قاسم بڑا حیران ہوا اور مقامی لوگوں سے پوچھا!

''یہ لوگ شور کیسا کر رہے ہیں؟''

اس پر لوگوں نے محمد بن قاسم کو جواب دیا۔

''ان لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب کوئی حاکم ان کے علاقوں میں داخل ہوتا ہے تو یہ خوش ہو کر ناچنے اور گانے لگتے ہیں اور اسی طرح اس کا استقبال کرتے ہیں۔''

ان الفاظ پر محمد بن قاسم خوش ہوا۔ اس موقع پر محمد بن قاسم کے ایک سالار خریم بن عمر نے یہ الفاظ سن کر محمد بن قاسم کو مخاطب کر کے کہا۔

''ہم پر واجب ہے کہ ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ جس نے ان لوگوں کو ہمارا مطیع اور فرمانبردار کر دیا ہے۔''

اپنے سالار خرم بن عمر کے ان الفاظ پر مؤرخین لکھتے ہیں۔

''محمد بن قاسم کو ہنسی آ گئی اور اس نے اپنے سالار خریم بن عمر کو کہا کہ اچھا تم ہی کو میں ان لوگوں کا حاکم بناتا ہوں اس کے بعد وہ لوگ جب محمد بن قاسم کے ساتھ ساتھ خریم بن عمر کے سامنے بھی ناچنے لگے تو مؤرخین لکھتے ہیں خریم بن عمر نے انہیں ایک رقم انعام کے طور پر بھی عطا کی۔

جس علاقے میں محمد بن قاسم داخل ہوا تھا یہ لوہانہ کا علاقہ اور اس میں سمہ اور لاکھا قبیلے آباد تھے۔ لوہانہ نام کے اس علاقے میں لاکھا اور سمہ کے علاوہ کچھ سہتہ قبیلے بھی شامل تھے اور ان قبیلوں کے ناموں سے کچھ علاقے بھی مشہور ہوئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ لوہانہ کا علاقہ آج کل کے ضلع نواب شاہ و ضلع سانگھڑ کے شہداد پور اور جھور و علاقوں کے علاوہ حیدر آباد کے علاقے ہالہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اس علاقے میں آج بھی سہاتی اور لوہانہ کے نام قدیم قوموں کے بستیوں کی یادگاریں موجود ہیں۔

سمہ اور لاکھا کے بعد محمد بن قاسم نے سہتہ قبیلے کے علاقے کا رخ کیا۔ محمد بن قاسم کی آمد کا سن کر سہتہ قبیلے کے لوگ ننگے پاؤں اور ننگے سر دوڑے ہوئے اس کے سامنے آئے اور اس سے التجاء کی کہ وہ اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔

دوسرے قبیلوں کی طرح محمد بن قاسم نے بھی انہیں معاف کر دیا اور ان پر جزیہ مقرر کیا اور ان سے کچھ لوگوں کو ضامن بھی لیا تا کہ وہ لوگ فرمانبردار بن کر رہیں اور جزیہ ادا کرتے رہیں۔

اس کے بعد ان لوگوں سے محمد بن قاسم نے اروڑ کی طرف جانے والی شاہراؤں اور راستے و منزلوں اور قیام گاہوں سے متعلق معلومات حاصل کیں۔

محمد بن قاسم کے اس مطالبہ پر مقامی لوگوں نے اروڑ کی طرف جانے والی شاہراؤں اور علاقوں کا نقشہ محمد بن قاسم کو مہیا کیا اور یہ بھی بتایا کہ اروڑ سندھ کا سب سے بڑا شہر خیال کیا جاتا ہے اور اس شہر کے رہنے والے زیادہ تر پیشہ ور تاجر اور کاشتکار ہیں اور یہ بھی انکشاف کیا گیا کہ اروڑ شہر کا حاکم ابھی تک راجہ داہر کا بیٹا گوپی ہے اس نے اس شہر کو اپنا دارالسلطنت بنا رکھا ہے اس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر ہے جو کسی بھی وقت مقابلہ کرنے کے لئے نکل سکتا ہے ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ گوپی کے سامنے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا باپ راجہ داہر مر گیا ہے بلکہ وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ اس کا باپ داہر ابھی تک زندہ ہے اور وہ اپنے ہمسایہ راجاؤں کی طرف گیا ہوا ہے تا کہ ان سے مدد حاصل کر کے مسلمان لشکریوں کو نکال باہر کرے۔

محمد بن قاسم نے نقشہ ملنے کے بعد اسی شہر اروڑ کا رخ کیا تھا۔ اس شہر کو اروڑ کے نام سے بھی یاد کیا ہے جس کے معنی نہر یا دریا کے ہیں کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ جس جگہ یہ شہر آباد تھا وہاں چونکہ دریائے سندھ دو شاخوں میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ ایک شاخ پر یہی شہر تھا اس لئے اس کا نام اروڑ پڑ گیا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ شہر ایرانیوں نے اس وقت آباد کیا جب سندھ کا علاقہ ایران کے تحت تھا اور ایرانیوں کے شہنشاہ نوشیرواں کے زمانے میں یہ شہر ایک تاجر کے نام پر آباد کیا گیا تھا۔

اروڑ نام کا یہ شہر تلفظ کے بگاڑ کی وجہ سے اروڑ بن گیا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ اروڑ نام کا یہ شہر جس پر اس وقت راجہ اہر کا بیٹا گوپی حکمران تھا اور یہ ایک بڑا مضبوط اور مستحکم شہر تھا۔ یہ روہڑی کے قریب جونارو نام کی نہر ہے اس کے آس پاس تھا۔ دریا کے قدیم بہاؤ کے مغرب میں موجودہ مشرقی نہر کے شمالی جانب ایک پہاڑی ہے جو اب بھی موجود ہے اور یہاں اس پہاڑی کے دامن میں ایک چھوٹا سا قصبہ اب بھی موجود ہے جس کا نام اروڑ ہے جہاں سے شمال مغرب کی طرف دریائے سندھ کا قدیم بہاؤ کا مقام صاف نظر آتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ شہر رائے گھرانے اور برہمن خاندان کی حکومت اور عربوں کے ابتدائی دور حکومت میں تقریباً 125 ھ تک دارالسلطنت رہا اس کے بعد مسلمانوں نے جو منصورہ نام کا نیا شہر آباد کیا وہ دارالسلطنت قرار دے دیا گیا۔

محمد بن قاسم کے بعد اس کے دو بیٹے تھے ایک کا نام عمرو اور دوسرے کا نام قاسم تھا۔ عمر ہی محمد بن قاسم کے بعد سندھ کا گورنر رہا اور اسی نے ہی تاریخی اہمیت کا شہر منصورہ آباد کیا تھا۔ جبکہ محمد بن قاسم کا دوسرا بیٹا جس کا نام قاسم تھا وہ لگ بھگ 15 سال تک بصرہ شہر کا حاکم رہا۔ کہتے ہیں وہ بڑا قابل اور عوام وخواص میں مقبول حاکم تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ایک شاعر نے اس کی تعریف میں ایک خاصہ بڑا قصیدہ لکھا جس سے اس کی عظمت اور شرافت کا اظہار ہوتا ہے۔

بہر حال محمد بن قاسم نے آگے بڑھ کر اروڑ شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جس وقت محمد بن قاسم نے شہر کا محاصرہ کیا اس وقت راجہ داہر کی بیوی لاڈی بھی محمد بن قاسم کے لشکر میں شامل تھی اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

''رانی لاڈی سے متعلق مفسرین دو طرح کی روائتیں پیش کرتے ہیں ایک کے مطابق راجہ داہر کی رانی لاڈی راجہ داہر کے قتل کے بعد برہمن آباد میں مقیم ہوئی تھی اس کا خیال تھا کہ وہ آخر وقت تک مسلمانوں کا مقابلہ کرے گی اور اگر ناکام ہو گئی تو آخر میں وہ ستی ہو جائے گی۔

چنانچہ اس نے برہمن آباد کے قیام کے زمانے میں اپنے خرچ سے ایک لشکر تیار کیا۔ جو قلعے ایک دروازے پر متعین کیا جب محمد بن قاسم اچانک قلعے میں داخل ہو گیا تو لاڈی کو خبر تک نہ ہوئی اور وہ دوسرے قیدیوں کی طرح گرفتار ہو کر محمد بن قاسم کے پاس پیش ہوئی محمد بن قاسم کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ راجہ داہر کی بیوی ہے تو اس نے حکم دیا کہ اسے پردے میں نہایت عزت واحترام سے دوسرے قیدیوں سے الگ رکھا جائے۔''

رانی لاڈی سے متعلق دوسری روایت یہ بھی ہے کہ ''برہمن آباد کے فتح ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ راجہ داہر کے رشتہ داروں کو تلاش کیا جائے مگر اس کا کچھ پتہ نہ چلا اور وہ اسی فکر میں تھے کہ کچھ برہمن جن کی تعداد لگ بھگ ایک ہزار بتائی جاتی ہے محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے محمد بن قاسم نے سمجھا کہ وہ لشکر ہے اس لئے سوال کیا کہ تمہارا تعلق کس لشکر سے ہے؟ ان برہمنوں نے کہا۔

”ہمارا تعلق کسی لشکر سے نہیں چونکہ ہم راجہ داہر کے ملازم تھے اب وہ مارا جا چکا ہے اور یہ مملکت آپ کی تحویل میں آ گئی ہے۔ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اب آپ اس ملک کے حاکم ہیں تا کہ ہم آپ کو سلام کریں اور یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے متعلق کیا فیصلہ کرتے ہیں؟“

کہتے ہیں محمد بن قاسم نے کہا کہ ”میں تم کو اس شرط پر امان دیتا ہوں کہ تم داہر کے رشتہ داروں کو جہاں کہیں بھی وہ موجود ہوں لا کر حاضر کرو۔“

چنانچہ اس وعدۂ معافی کے بعد ان برہمنوں نے داہر کی رانی لاڈی کو محمد بن قاسم کے سامنے حاضر کر دیا تھا۔

کچھ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ برہمنوں نے رانی لاڈی کو محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا تو محمد بن قاسم نے حجاج اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کی اجازت سے رانی لاڈی کو آزاد کر کے اور مسلمان کر کے اس سے شادی کر لی تھی۔لیکن دوسرے مؤرخین اس سے اختلاف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں اور یہ صرف ایک افسانہ ہے اس لئے کہ عرب مؤرخین نے کہیں بھی رانی لاڈی کا ذکر محمد بن قاسم کی بیوی کی حیثیت سے نہیں کیا۔ان مؤرخین کا کہنا ہے کہ محمد بن قاسم کی شادی ایک عرب قبیلے کی لڑکی سے ہوئی تھی اور اسی سے محمد بن قاسم کے بیٹے عمر اور قاسم تھے۔بہر حال محمد بن قاسم نے بڑی سختی کے ساتھ اروڑ شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

☆......☆......☆

اروڑ شہر کے نواح میں محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کا پڑاؤ قائم کیا تھا۔وہاں سب سے پہلے اس نے ایک مسجد تعمیر کرائی۔اس مسجد میں خود محمد بن قاسم جمعہ کا خطبہ دیا کرتا تھا اور نماز کی امامت کرایا کرتا تھا۔

اروڑ کے لوگوں نے کچھ دن تک مسلمانوں کی طرف سے کئے جانے والے محاصرے کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ راجہ داہر کے بیٹے گوپی نے ان کے ذہن میں یہ بات ڈال دی تھی کہ راجہ داہر مرا نہیں ہے بلکہ وہ ان کے لئے ہندوستان کے مختلف راجاؤں سے لشکر حاصل کرنے کے لئے گیا ہوا ہے جلدی لوٹے گا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نکال باہر کرے گا۔

لیکن جب محاصرہ طول پکڑنے لگا اور راجہ داہر کہیں سے بھی کوئی لشکر لے کر نہ لوٹا تب اروڑ کے لوگ پریشان ہونا شروع ہو گئے اور انہوں نے جنگ شروع کر دی ان کے بعض لوگ ہر روز قلعے کی فصیل پر چڑھ کر نعرے

لگاتے تھے اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری موت تم لوگوں کو یہاں لے آئی ہے۔ عنقریب راجہ داہر ہندوستان سے ایک بہت بڑا لشکر لے کر لوٹے گا اور اروڑ کے نواح میں نمودار ہوگا۔ باہر کی طرف سے وہ تم پر حملہ آور ہوگا اور شہر کے اندر سے ہم نکل کر تم پر ٹوٹ پڑیں گے اس طرح تم سب لوگوں کو ہم ہلاک کر کے رکھ دیں گے اور پیس ڈالیں گے۔ لہٰذا اگر تم لوگ اپنی خیر اپنی عافیت چاہتے ہو تو الٹے پاس واپس ہو جاؤ اور اپنی جانو پر رحم کرو۔

محمد بن قاسم نے جب دیکھا کہ محاصرہ طول پکڑتا جا رہا ہے اور اروڑ کے لوگوں کو یہ وہم ہو گیا ہے کہ راجہ داہر مرا نہیں بلکہ مدد حاصل کرنے کے لئے ہندوستان چلا گیا ہے تب اس کے لشکر میں جو راجہ داہر کی رانی لاڈی موجود تھی اسے محمد بن قاسم نے ایک سیاہ اونٹ پر سوار کر کے قلعہ والوں کی طرف بھجوایا یہ وہی سیاہ رنگ کا اونٹ تھا جس پر وہ راجہ داہر کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھی۔

شہر کے قریب جا کر رانی لاڈی نے لوگوں کو آواز دے کر کہا۔ ”اروڑ کے باشندوں میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ سامنے آؤ تا کہ میں تم سے گفتگو کروں۔“

یہ سن کر جب شہر کے معزز لوگ اور سردار شہر کی فصیل پر آن کھڑے ہوئے تب رانی لاڈی نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”دیکھو! میں داہر کی بیوی رانی لاڈی ہوں۔ راجہ داہر مارا جا چکا ہے اور اس کا سر اس کے جھنڈے اور دوسرا شاہی سامان عراق پہنچ چکا ہے۔ تم ناحق کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہو؟“ یہ کہہ کر اس نے پھر اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیا۔

جو لوگ اس وقت شہر کی فصیل پر آن کھڑے ہوئے تھے انہیں اب بھی یقین نہ آیا کہ راجہ داہر مر گیا ہے۔ رانی لاڈی کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگے۔

”تم غلط کہتی ہو۔ تم ان گائے کھانے والے مسلمانوں سے مل گئی ہو ہمارا راجہ ابھی زندہ ہے اور عنقریب وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر ہندوستان سے لوٹے گا۔“

انہوں نے رانی لاڈی کو مخاطب کر کے یہ بھی کہا۔

”تم نے ان عربوں کے ساتھ مل کر اپنے آپ کو نجس بنا لیا ہے اب تم ان کی حکومت کو ہماری حکومت پر ترجیح دیتی ہو۔“ پھر وہ اس کو برا بھلا کہنے لگے۔

جب اس صورت حال کی آگاہی محمد بن قاسم کو ہوئی تو اس نے رانی لاڈی کو واپس بلا لیا اور افسوس کرتے ہوئے کہا!

”جب کسی قوم کی قسمت میں تباہی لکھی جا چکی ہو تو کوئی اسے بچا نہیں سکتا۔“

محاصرہ جب طول پکڑنے لگا اور راجہ داہر پھر بھی نہ لوٹا تب اروڑ کے لوگ پریشان ہونے لگے۔اس کے ساتھ ہی رانی لاڈی کی گفتگو نے بھی انہیں ایک طرح کی پریشانی میں ڈال دیا تھا اور وہ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ ہوسکتا ہے راجہ داہر مارا جا چکا ہو اور اس بات کو یقین بنانے کے لئے راجہ داہر کے بیٹے گوپی اور شہر کے معززین نے ایک نیا اور انوکھا طریقہ اپنانے کا ارادہ کیا۔

محاصرے کی سختی سے تو وہ پہلے ہی تنگ آ چکے تھے ان دنوں اروڑ شہر میں ایک مشہور اور معروف جادوگرنی رہتی تھی۔راجہ داہر کا بیٹا گوپی اور اس کے سردار جادوگرنی کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تم ہمیں اپنے جادو کے علم کی مدد سے یہ بتاؤ کہ داہر کہاں ہے؟

اس پر جادوگرنی کہنے لگی کہ میں تمہارے اس سوال کا جواب کل دوں گی۔

کہتے ہیں کہ کل کے بجائے تین دن گزر گئے تب وہ جادوگرنی اپنے گھر سے نکلی اس کے ہاتھوں میں جائفل اور سیاہ مرچ کی ایک ایک سبز شاخ تھی۔پھر وہ اروڑ کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی!

”لوگو! میں اپنے جادو کے زور سے دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک گئی خصوصاً سارے ہندوستان کو میں نے چھان ڈالا مگر مجھے کہیں راجہ داہر کا پتہ نہ چلا اگر وہ زندہ ہوتا تو میں ضرور اس کو پا لیتی۔میں تمہارے اعتبار کے لئے یہ سرسبز شاخ سراندیپ سے توڑ لائی ہوں یقیناً تمہارا راجہ مر چکا ہے تمہیں اب اپنی فکر کرنی چاہیئے۔“

جادوگرنی کی یہ گفتگو سن کر شہر والے بڑے پریشان اور مایوس ہوئے انہوں نے راجہ داہر کے بیٹے اور اروڑ کے حکمران گوپی سے مشورہ کیا اور شہر کے کچھ معزز لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ ہم محمد بن قاسم کی دیانت، انصاف، ایفائے عہد اور سچائی کے متعلق بہت سے حالات سن چکے ہیں۔اب سب کچھ ہم نے

اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے جادوگرنی کہہ چکی ہے کہ راجہ داہر کہیں نہیں۔ رانی لاڈی کہتی ہے کہ وہ مر چکا ہے اب محمد بن قاسم اور اس کے ساتھی مسلمانوں کا بھی یہی خیال ہے کہ راجہ داہر کی گردن کاٹ کر انہوں نے اس کا سر عراق روانہ کر دیا ہے۔ اب ہمیں محمد بن قاسم کے پاس اپنے کسی معتبر آدمی کو بھیجنا چاہیئے اور اس سے رحم کی درخواست کر کے قلعہ اس کے حوالے کر دینا چاہیئے اسی میں ہماری عافیت ہماری بہتری اور ہمارا تحفظ ہو سکتا ہے۔

راجہ داہر کے بیٹے گوپی کو جب خبر ملی کہ قلعے کے لوگ مسلمانوں کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں تو وہ رات کو خاموشی سے اپنے خاندان کے لوگوں اور ملازموں کو لے کر نکلا اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی طرف ہو لیا۔

عین اسی لمحہ گوپی کے کچھ ساتھیوں میں سے محمد بن قاسم کے لشکر کی طرف ایک تیر چھوٹا اور اس تیر کے ساتھ ایک پیغام بندھا ہوا تھا۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ گوپی اپنے اہل خانہ کے ساتھ یہاں سے بھاگ رہا ہے۔

محمد بن قاسم کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے شہر پر حملہ کر دیا گھمسان کا رن پڑا۔ یہ دن دیکھ کر شہر کے تاجروں، اور پیشہ وروں نے محمد بن قاسم کے پاس ایک وفد بھیجا کہ ہم آج سے پہلے راجہ داہر کے مرنے کا یقین نہ کرتے تھے اس کا لڑکا گوپی بھی ہمیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے ہم اپنی زندگی کا یہ برا دن دیکھنا تو نہیں چاہتے تھے لیکن یہ دن بھی ہمارے مقدر میں تھا ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہم اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں آپ کی اطاعت کا اقرار کرتے ہوئے قلعہ آپ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں بشرطیکہ آپ ہمیں امان دے دیں۔

شہر کے لوگوں کی اس پیش کش کے جواب میں محمد بن قاسم نے انہیں کہلا بھیجا کہ اگر واقعی تم اپنے عہد میں سچے ہو تو سب سے پہلے یہ لڑائی بند کرو اور قلعے کی فصیل سے سب لوگ نیچے اتر جاؤ ورنہ ہم میں اور تم میں جنگ جاری رہے گی۔

محمد بن قاسم کا یہ پیغام پہنچتے ہی سب لوگ شہر کی فصیل سے نیچے اتر گئے اور پھر کچھ لوگ شہر سے باہر نکلے شہر پناہ کے دکھول دیئے اور شہر کے اندر جو قلعہ تھا اس کے دروازے کی چابیاں محمد بن قاسم کو پیش کر دی گئیں اس طرح محمد بن قاسم ایک فاتح کی حیثیت سے اروڑ شہر میں داخل ہوا۔

محمد بن قاسم جب اپنے لشکر کے ساتھ اروڑ شہر میں داخل ہوا تب اس نے دیکھا کہ ایک عمارت کے سامنے

شہر کے بہت سے لوگ جمع تھے اور لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو اس عمارت کے اندر داخل ہو رہا تھا اور اسی طرح لوگ اس عمارت سے باہر بھی نکل رہے تھے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے محمد بن قاسم نے ایک شخص سے پوچھا!

''یہ کس کا مکان ہے؟ جہاں اس قدر لوگ جمع ہیں۔''

اس پر محمد بن قاسم کو بتایا گیا کہ یہ ایک بت خانہ ہے اور اس بت خانہ کا نام نوبہار ہے اور یہ جو لوگ جمع ہیں یہ بت خانہ کے اندر داخل ہو کر بت کی پوجا پاٹ کرنے کے علاوہ بت کے سامنے سجدہ ریز ہو رہے ہیں۔

یہ بات محمد بن قاسم اور اس کے ساتھیوں کے لئے عجیب سی تھی وہ جب اس عمارت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ عمارت کے اندر پتھر کا ایک گھوڑا بنا ہوا تھا اور اس گھوڑے کے اوپر پتھر ہی کی ایک مورتی سوار کی گئی تھی۔ گھوڑے پر جو بت تھا اس کے بازوؤں پر سونے کے بازو بند تھے۔ جن پر قوت اور انتہائی اہم قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ گھوڑے پر سوار یہی وہ بت تھا جس کے آگے لوگ جھک رہے تھے۔ سجدہ کر رہے تھے اور وہاں لوگوں نے ایک ہجوم کر رکھا تھا۔

اسی ہجوم کے دوران محمد بن قاسم نے اس بت کا جواہرات اور یاقوت سے جڑا ہوا ایک بازو بند نکال لیا پھر نوبہار نام کے اس مندر کے سب سے بڑے پرودہت کو اپنے پاس بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تمہارے اس بت کا ایک بازو بند کہاں ہے؟''

جواب میں پجاری نے گردن جھکا لی۔ شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے خاموش ہی رہا۔ اس پر مسکراتے ہوئے محمد بن قاسم حرکت میں آیا اور جو بازو بند بت کے بازو سے اتارا تھا دوبارہ اس کو پہناتے ہوئے وہاں جمع ہونے والے لوگوں اور پجاریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تمہارا یہ بت اس قدر لاچار اور بے بس ہے کہ اسے یہ بھی خبر نہیں کہ اس کا بازو بند کس نے اتار لیا ہے؟''

نوبہار نامی قلعے سے نکلنے کے بعد محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ شہر کے اندر جن لوگوں نے مزاحمت کی ہے مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں حصہ لیا ہے وہ کہیں بھی چلے جائیں انہیں ضرور قتل کیا جائے گا۔ اس موقع پر راجہ داہر کی بیوی رانی لاڈی محمد بن قاسم کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

’’یہاں کے لوگ معمار اور بعض تاجر ہیں یہاں کے تمام گھر انہی کے بنائے ہوئے ہیں اور یہاں کی تمام زمینیں وہی کاشت کرتے ہیں ان کی محنت سے اس شہر کا خزانہ بھرا ہوا ہے اگر ان کو قتل کر دیا جائے گا تو اس طرح ایک طرح سے آپ اپنا خزانہ کھو دیں گے۔‘‘

کہتے ہیں محمد بن قاسم نے رانی لاڈی کے مشورے کے مطابق ان سب لوگوں کو معاف کر دیا اروڑ پر قبضہ کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے وہاں کے نظم ونسق کو بہتر بنانے کے لئے وہاں اپنا ایک حاکم مقرر کیا اس کا نام روا بن اسد تھا۔ مذہبی امور کی ادائیگی کے لئے ایک شخص موسیٰ یعقوب کا تقرر کیا گیا۔ اس کے علاوہ قاضی القضار مقرر کئے گئے اور ان کے تقرر کے بعد انہیں ہدایت کی کہ وہ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا سلوک کریں۔

اس کے بعد محمد بن قاسم نے قلعہ بھاٹیہ کا رخ کیا کہتے ہیں قلعہ بھاٹیہ ملتان اور اروڑ شہر کے درمیانی حصے میں واقع تھا۔ محمد بن قاسم کے بعد بھی تقریباً تین سو سال تک یہ قلعہ موجود تھا محمود غزنوی کی فتوحات کے سلسلے میں اس قلعہ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس قلعہ کا نام تلوار بھی تھا۔

بہر حال محمد بن قاسم نے اس قلعہ کا رخ کیا اس قلعہ کا حاکم راجہ داہر کا چچازاد بھائی تھا اور راجہ داہر کی جو محمد بن قاسم کے ساتھ جنگ ہوئی تھی اس میں یہ شامل تھا اور جب راجہ داہر کو شکست ہوئی تو یہ بھاگ کر اس قلعہ میں آ گیا۔

راجہ کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا لشکر قلعہ بھاٹیہ کا رخ کر رہا ہے تو اس نے محمد بن قاسم کے پاس کچھ لوگوں کے ذریعہ تحائف روانہ کئے اور اطاعت قبول کر لی۔ محمد بن قاسم راجہ بھاٹیہ کے ان لوگوں کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آیا اور کہا کہ تمہارا راجہ ککمہ اروڑ کا رہنے والا ہے اور وہاں کے لوگ بڑے عقلمند، وفادار اور دلیر خیال کئے جاتے ہیں لہٰذا اسے کہو کہ وہ میرے پاس آئے۔

جب بھاٹیہ کے راجہ ککمہ کو معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم اس سے ملنا چاہتا ہے تو وہ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا محمد بن قاسم نے اس کو اپنا مشیر مقرر کیا اور اس کی یہاں تک قدر و منزلت کی گئی کہ وہ ہمیشہ مشورے کے لئے محمد بن قاسم کے ساتھ رہتا تھا۔ چونکہ وہ نہایت دانشمند اور دانشور قسم کا آدمی تھا لہٰذا تمام امور میں اس سے مشورہ لیا جاتا تھا یہاں تک کہ محمد بن قاسم نے اس پر اس قدر اعتماد کیا کہ خزانہ تک اس کی تحویل میں دے کر اس کو وزیر مال بنایا گیا۔ اسے مزید یہ بھی اعزاز دیا کہ محمد بن قاسم نے اسے مبارک مشیر کا خطاب بھی عطا کیا۔

بھاٹیہ کے بعد محمد بن قاسم نے پھر اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور اسکلندہ نام کے قلعے کی طرف بڑھا وہاں کے لوگوں نے ڈٹ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اور خون ریز جنگ کی ابتداء ہوگئی تھی۔ کئی روز تک مسلمانوں اور مقامی لشکر کے درمیان معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ مسلمان بار بار حملہ آور ہوتے اور شہر کے لوگ شہر کے اندر سے تیروں اور پتھروں کی بارش کرتے اس طرح زور دار ہنگامہ برپا رہا۔ آخر مسلمانوں نے اس قلعہ کے لشکر کو بدترین شکست دی۔ قلعہ کا راجہ جس کا نام سیتھر اتھا فرار ہوکر سکہ نام کے قلعے کی طرف چلا گیا جو دریائے راوی کے جنوبی جانب واقع تھا اسکلندہ کے لوگوں نے جب دیکھا کہ ان کا حاکم فرار ہوگیا ہے اور اب کامیابی کی کوئی صورت نہیں ہے تو انہوں نے محمد بن قاسم کو کہلا بھیجا کہ ہمارے قلعے کا حاکم فرار ہوگیا ہے۔ ہم آپ کی اطاعت قبول کرتے ہیں، آپ ہمیں امان دیجئے۔

محمد بن قاسم نے ان کی درخواست قبول کرلی اور قلعے میں داخل ہوا داخلے کے وقت شہریوں کو کسی قسم کا کوئی گزند نہیں پہنچایا گیا اس طرح اس قلعے پر بھی محمد بن قاسم کا قبضہ ہوگیا تھا۔

اسکلندہ کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے ایک سالار عتبہ بن سلمہ کو حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ محمد بن قاسم نے پھر پیش قدمی شروع کی اور سکہ نام کے قلعہ کا رخ کیا وہاں کا حاکم راجہ بج رائے کا نواسہ تھا جیسے ہی اسے محمد بن قاسم کی آمد کی اطلاع ملی۔ وہ فوراً مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے میدان میں نکلا جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے تو ہولناک جنگ شروع ہوئی اس جنگ میں مسلمانوں کے 215 سپاہی شہید ہوئے جبکہ راجہ کے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ راجہ نے جب اندازہ لگایا کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ تو ایک رات خاموشی سے شہر چھوڑ کر فرار ہوگیا اور ملتان چلا گیا۔ اس جنگ میں چونکہ محمد بن قاسم کے کافی لشکری شہید ہوگئے تھے لہٰذا اسے بڑا دکھ اور صدمہ تھا اس نے قسم کھائی تھی کہ اس قلعہ کو فتح کرکے اسے تباہ و برباد کرکے رکھ دے گا۔ لہٰذا جب اس نے قلعہ کو فتح کیا تو اپنی قسم پوری کرتے ہوئے اس نے اس شہر کو واقعی برباد اور تباہ کرکے رکھ دیا تھا۔

☆......☆......☆

سکہ شہر کو فتح کرنے اور وہاں اپنا حاکم مقرر کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے

راوی کو عبور کر کے ملتان کا رخ کیا۔ ملتان کا راجہ اس وقت ایک شخص ''گوریہ'' یا ''گورسنگھ'' تھا۔ جو راجہ داہر کے بھائی چندر کا بیٹا یعنی راجہ داہر کا بھتیجا تھا۔ چونکہ سکہ کا راجہ بھی بھاگ کر ملتان چلا گیا تھا۔ لہٰذا گورسنگھ نے ایک لشکر سکہ کے راجہ کے حوالے کیا تا کہ مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے سکہ کا حاکم اس کے لئے تیار ہو گیا اس لئے کہ وہ اپنے شہر کا بدلہ مسلمانوں سے لینا چاہتا تھا اور دونوں لشکر ملتان کے نواح میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ اس طرح مسلمانوں اور ملتان کے لشکریوں کے درمیان جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

ملتان کے لشکر کو جب کئی بار محمد بن قاسم کے لشکر کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا تو وہ بدل ہو گئے۔ پہلے وہ شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں سے مقابلہ کرتے تھے۔ لیکن اب وہ شہر میں محصور ہو گئے اور فصیل پر چڑھتے ہوئے مسلمانوں پر تیر اندازی کرتے یا پتھر پھینکتے اس طرح محاصرہ طول پکڑنے لگا۔ آخر مسلمانوں نے ایک ترکیب کی شہر کے اندر ایک نالہ جاتا تھا اسی کا پانی شہر کے لوگ استعمال کرتے تھے۔ محمد بن قاسم نے جب وہ نالہ بند کروا دیا تب شہر کے اندر پانی کی کمی ہو گئی مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے ملتان کا راجہ گورسنگھ اپنے لشکر کو لے کر باہر نکلا۔

لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی راجہ گورسنگھ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے عزم اور حوصلے میں فرق نہیں آتا اور اس کا لشکر لڑتے لڑتے تھک گیا ہے اور تعداد بھی کم ہو گئی ہے اور باہر سے بھی کسی سمت سے مدد کی امید نہیں تب راجہ گورسنگھ جو راجہ داہر کا بھتیجا تھا نے اپنے لواحقین کو لے کر کشمیر کی طرف چلا گیا اور وہاں جا کر اس نے پناہ لے لی تھی۔

راجہ کے بھاگ جانے کے بعد بھی ملتان کے اندر جو اس کا لشکر تھا وہ مسلمانوں سے برسر پیکار رہا۔ محاصرہ جب طول پکڑنے لگا تب ایک روز ایک آدمی قلعے سے نکل کر آیا اور محمد بن قاسم پر انکشاف کیا کہ اگر مجھے امان دی جائے تو میں قلعے کی فصیل کا ایک نازک حصہ بتا سکتا ہوں۔ محمد بن قاسم نے اسے امان دی جس پر اس نے دریا کے کنارے کی سمت ایک مخصوص جگہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔ وہاں فصیل کمزور ہے مسلمانوں نے جب وہاں منجنیقوں کے ذریعہ سنگ باری کی تب فصیل کا ایک حصہ زمین بوس ہو گیا۔ اس طرح مسلمان فاتحانہ انداز میں

قلعے میں داخل ہوئے۔ قلعے کے اندر بھی ایک بار گھمسان کی جنگ ہوئی جس کے نتیجہ میں ملتان کے لگ بھگ 6000 لشکری موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے باقی لوگوں کو معاف کر دیا گیا۔ اس طرح ملتان پر بھی محمد بن قاسم کا قبضہ ہو گیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ملتان کی شاندار فتح کے بعد ایک دن محمد بن قاسم کے پاس ایک برہمن آیا اس نے محمد بن قاسم سے کہا۔

ہماری حکومت ختم ہو چکی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ جدھر بھی جاتے ہیں خدا کی تائید آپ کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں۔

اب ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم ہر طرح سے آپ کا ساتھ دیں میں آپ کو ایک چھپے ہوئے خزانے کا پتا دینا چاہتا ہوں۔ وہ برہمن رکا پھر کہنے لگا۔

قدیم زمانے کا ذکر ہے کہ ہمارے اس شہر میں ایک راجہ جسوین نامی تھا جو راجہ کشمیر کی اولاد میں سے تھا۔ ہر وقت پوجا پاٹ میں لگا رہتا تھا اس کے پاس بڑی دولت جمع تھی اور روز بروز وہ دولت میں ترقی کرتا جا رہا تھا۔

جب اس کے پاس دولت بہت اکٹھی ہو گئی تو اس نے شہر سے باہر مشرقی جانب ایک حوض بنوایا جس کا طول وعرض سو گز تھا اس حوض کے درمیان میں اس نے ایک خوبصورت مندر بنوایا۔

اس میں چالیس مٹکے سونے کی خاک سے بھروا کر اور اس کے ساتھ دو سو تیس من سونا رکھ کر زمین میں دفن کروا دیئے اور اس خزانے پر سونے کا ایک بت نصب کرایا اور اس حوض کے ارد گرد درخت لگوا دیئے تا کہ اس خزانے کا لوگوں کو پتا نہ چلے اب میں چاہتا ہوں کہ وہ خزانہ آپ کو بتا دوں۔"

محمد بن قاسم نے برہمن کی بات سن کر کہا۔ "چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" پھر وہ اپنے چند مصاحبین کو جیسے ہی محمد بن قاسم مندر میں داخل ہوا وہاں بالکل تاریکی تھی ایسا محسوس ہوا کہ اندر کوئی آدمی ہے۔

محمد بن قاسم نے فوراً تلوار کھینچ کر وار کرنا چاہا کہ برہمن کہنے لگا حضور! جسے آپ آدمی سمجھ رہے ہیں یہ تو وہ سونے کا بت ہے جس کے اندر خزانہ دفن ہے اس کی آنکھیں یاقوت کی ہیں جو اندھیرے میں چمکتی ہیں۔

محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ بت کو وہاں سے ہٹایا جائے۔ چنانچہ بت کو وہاں سے ہٹایا گیا اس کے نیچے سے

دوسوتیس من سونا خالص اور چالیس مٹکے سونے کے نکلے تمام سونے کا وزن کیا گیا۔

اس کا مجموعی وزن ایک ہزار تین سو بیس من تھا بت اور سارا سونا شاہی خزانے میں بھیج دیئے گئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جس وقت حجاج بن یوسف نے سندھ پر حملہ آور ہونے کی اجازت خلیفہ ولید بن عبدالملک سے لی تھی اس وقت اس نے خلیفہ سے وعدہ کیا تھا کہ اس مہم پر جس قدر رقم خرچ ہوگی وہ اس سے دگنی رقم شاہی خزانے میں جمع کرائے گا۔

کہتے ہیں ملتان کی فتح کے بعد حجاج بن یوسف نے جب اس مہم کے مصارف آمدنی اور اخراجات کا حساب لگایا تو معلوم ہوا اس مہم پر لگ بھگ 6 کروڑ درہم خرچ ہوئے تھے اور آمدنی 12 کروڑ حاصل ہوئی تھی۔ اس انکشاف سے واقف ہونے کے بعد حجاج بن یوسف بے حد خوش ہوا اور اس نے کہا ہم نے اپنے خون کا بدلہ پا لیا ہم نے جو کچھ خرچ کیا اس پر 6 کروڑ درہم مزید ہاتھ آئے اور راجہ داہر کا سر الگ ملا اس کے بعد حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو خط لکھا اور اسے کہا۔

''اب تم سندھ میں ہر موضع، قصبہ اور شہر میں شاندار مساجد تعمیر کراؤ۔ خوبصورت ممبر بناؤ اور حکم دو کہ خطبہ میں خلیفہ کا نام لیا جائے ساتھ ہی تم ان علاقوں میں اپنے خلیفہ کے نام کا سکہ جاری کرو۔ تم نے نہایت ہی مبارک وقت میں سندھ پر لشکر کشی کی ہے مجھے یقین ہے کہ تم جس سمت بھی رخ کرو گے فتح تمہیں ہی حاصل ہوگی۔''

ملتان فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے وہاں ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی اور داؤد بن نصر کو ملتان کا حاکم مقرر کیا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ سونا جو برہمن کے کہنے پر بت کے نیچے سے ملا تھا وہ سارا محمد بن قاسم نے دیبل کی بندرگاہ کی طرف بھجوایا اور وہاں سے جہازوں میں لاد کر عراق کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے چند دن کے لئے ملتان میں قیام کر لیا تھا۔

یہاں سے محمد بن قاسم نے ایک وفد قنوج کے راجہ ہر چندر کی طرف روانہ کیا اور اس وفد کو کہلا بھیجا کہ وہ راجہ کو اسلام کی دعوت دے اگر وہ دعوت قبول نہ کرے تو اسے جزیہ و خراج کے ساتھ اطاعت کی طرف توجہ دلائی جائے۔

قنوج کے راجہ ہر چندر کے پاس جب مسلمانوں کا یہ پیغام پہنچا تو اس پر راجہ نے بڑے غرور کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''سولہ سو سال سے یہاں ہماری حکومت ہے اور کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ ہمارے حدود میں قدم

رکھے ہم تم لوگوں کی کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے سفیروں کو چونکہ قید کرنا آئین مملکت کے خلاف ہے لہٰذا میں مسلمان سفیروں کو حکم دے رہا ہوں کہ تم یہاں سے چلے جاؤ تلوار ہی ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کریں گی۔"

قنوج کے راجہ ہر چندر کا یہ جواب جب محمد بن قاسم کے پاس پہنچا تو محمد بن قاسم نے اپنے سارے سالاروں اپنے سارے امراء اور سرکردہ لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اب تک ہم نے اللہ کے فضل و کرم سے ہندوستان کے راجاؤں کے اوپر فتح و نصرف حاصل کی ہے اور ہمیں ہر موقع پر کامیابی حاصل ہوئی ہے آج جبکہ ہم قنوج کے راجہ کے مقابل آرہے ہیں پہلے تو اس نے اپنے آدمیوں اور ہاتھیوں پر غیر معمولی غرور کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہمیں اپنے اللہ کے بھروسے پر پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم اس کو بھی مغلوب کر کے فتح حاصل کریں گے۔"

محمد بن قاسم کے ان الفاظ کے جواب میں سارے سالاروں نے عہد کیا کہ وہ پوری توانائی و طاقت سے قنوج کے راجہ کا مقابلہ کریں گے اور اسے شکست دیں گے اس عہد کے بعد محمد بن قاسم نے قنوج پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑے زور و شور سے تیاریاں شروع کر دیں تھیں۔ محمد بن قاسم ابھی قنوج کی طرف روانہ ہونے ہی والا تھا کہ اچانک 98 ہجری میں حجاج بن یوسف کی وفات کی خبر آئی۔ محمد بن قاسم کو اس کی وفات پر بے حد دکھ اور صدمہ ہوا۔ اس کی پہلی وجہ یہ تھی کہ حجاج بن یوسف محمد بن قسم کا چچا تھا دوسری وجہ یہ تھی کہ محمد بن قاسم کو اب یہ فکر بھی لگی ہوئی تھی کہ دیکھیں اب حجاج بن یوسف کی جگہ کس کو مشرقی علاقوں کا والی مقرر کیا جاتا ہے اور یہ کہ سندھ سے متعلق کیا پالیسی اختیار کرتا ہے۔ اسی بناء پر محمد بن قاسم نے فی الحال قنوج کی مہم کو التواء میں ڈال دیا تھا۔

حجاج بن یوسف کی وفات کے بعد محمد بن قاسم بے کار نہیں بیٹھا۔ قنوج پر حملہ آور ہونے کے بجائے اس نے بیلمان کے علاقے کی طرف اپنا لشکر بھجوایا۔ بیلمان والوں نے بغیر لڑے ہی مسلمانوں کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے کیرج کے خلاف لشکر کشی کی۔

کیرج کا راجہ ان دنوں ایک شخص دوہر تھا اس کے پاس بھی اچھی خاصی طاقت و قوت تھی۔ اس کے پاس کافی بڑا لشکر بھی تھا مسلمانوں کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کرنے کی بجائے اس نے مسلمانوں سے جنگ اور

مقابلہ کرنے کی ٹھان لی لہٰذا وہ اپنا لشکر لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا۔

کیرج کے راجہ اور محمد بن قاسم کے درمیان کھلے میدانوں میں ہولناک جنگ ہوئی اس جنگ کے نتیجہ میں محمد بن قاسم نے کیرج کے راجہ کو بدترین شکست دی اور اس کے لشکر کو پوری طرح روندتے ہوئے کیرج شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔

اسی دوران میں عالم اسلام میں ایک اور تبدیلی رونما ہوگئی اور وہ یہ کہ حجاج بن یوسف کی وفات کو ابھی آٹھ مہینے ہی ہوئے تھے کہ 96 ہجری میں مسلمانوں کا خلیفہ ولید بن عبدالملک بھی دمشق میں وفات پا گیا۔

ولید بن عبدالملک نے اپنی وفات سے کچھ پہلے اپنی مملکت کے کچھ والیوں کو احکام جاری کر دیئے تھے کہ وہ تمام فتوحات اور پیش قدموں کو روک دیں اور اپنے آپ کو کسی خطرے میں نہ ڈالیں۔

دوسری طرف ولید بن عبدالملک کے باپ عبدالملک نے اپنے انتقال کے وقت ولید بن عبدالملک کے پاس اپنے دوسرے بیٹے سلیمان بن عبدالملک کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اور یہ سلیمان بن عبدالملک ولید بن عبدالملک کا حقیقی بھائی تھا۔

لیکن ولید بن عبدالملک نے اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے بعد ایک موقع پر سلیمان بن عبدالملک یعنی اپنے بھائی کو معزول کر کے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بنانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

اس کام میں حجاج بن یوسف اور دوسرے کئی سرکردہ امراء اور والیوں نے ولید بن عبدالملک کی حمایت کی تھی۔ لیکن ابھی یہ تجویز عملی جامہ نہ پہن سکی تھی کہ ولید بن عبدالملک وفات پا گیا اور اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک مسلمانوں کا خلیفہ ہوا۔

سلیمان بن عبدالملک کے تخت نشین ہوتے ہی پرانی سیاست بالکل بدل گئی جس پر ولید اور حجاج گامزن تھے۔ سلیمان بن عبدالملک اچھی طرح جانتا تھا کہ حجاج اس کا سب سے بڑا دشمن تھا کیونکہ وہ اس کو تخت سے محروم رکھنے کے سلسلے میں ولید بن عبدالملک کا سب سے بڑا حامی اور مددگار تھا لہٰذا سلیمان نے تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلے حجاج کے مقرر کردہ والیوں اور افسروں کو معزول یا قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

جن لوگوں کو اپنے راستے کا کانٹا خیال کرتا تھا سب سے پہلے انہیں ہٹانا چاہتا تھا۔ جن لوگوں کو سلیمان

بن عبدالملک ہٹانا چاہتا تھا ان میں زیادہ تر سرکردہ سالاروں میں فاتح چین قتیبہ بن مسلم، سندھ کے فاتح محمد بن قاسم، اسپین، اندلس کے فتح کرنے والے طارق بن زیادہ اور موسیٰ بن نصیر تھے اور یہی لوگ اس کے انتقام کا نشانہ بنے۔

سلیمان بن عبدالملک نے تخت نشین ہوتے ہی حجاج بن یوسف کی جگہ ایک شخص یزید بن مہلب کو مشرقی ممالک کا حاکم مقرر کیا۔ یزید بن مہلب کو حجاج اور اس کے خاندان سے پرانی دشمنی تھی۔ یزید بن مہلب نے محکمہ خراج کا حاکم صالح بن عبدالرحمٰن کو بنایا جو ایک خارجی تھا اور حجاج اور اس کے خاندان کا سخت دشمن تھا چونکہ حجاج نے خارجیوں کے خلاف لشکر کشی کرتے ہوئے ان کا خوب خاتمہ کیا تھا اور صالح بن عبدالعزیز کے بھائی کو بھی خارجی ہونے کی وجہ سے قتل کیا تھا۔

اس لئے صالح اپنی جماعت اور اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لئے بے چین تھا اس سلسلے میں یزید بن مہلب کا بیٹا عبدالملک بن مہلب بھی اس کے ساتھ ہولیا دونوں نے مل کر حجاج کے خاندان کے ایک ایک فرد کو قید کرنا اور قتل کرنا شروع کر دیا اس سلسلے میں محمد بن قاسم کو بھی مجرم قرار دے کر سندھ کی حکومت سے معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ یزید بن کبشہ کو سندھ کا والی مقرر کیا گیا۔

محمد بن قاسم کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا گیا۔ یزید بن کبشہ سندھ آیا اور اس کے ساتھ یزید بن مہلب کا بھائی معاویہ بن مہلب بھی محمد بن قاسم کو گرفتار کرنے کے لئے سندھ پہنچ گیا۔ یزید بن کبشہ نے سندھ پہنچ کر محمد بن قاسم کو ٹاٹ کے کپڑے پہنا کر اور بیڑیاں ڈال کر معاویہ بن مہلب کے ساتھ عراق بھجوا دیا۔

سندھ کا یہ عظیم فاتح جب سندھ سے رخصت ہوا تو اس نے عربی میں ایک شعر پڑھا۔ جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے!

''انہوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کیسے جوان کو ضائع کیا جو ایک نبرد آزما شخص اور سرحدوں کا محافظ تھا۔''

کہتے ہیں محمد بن قاسم جب عراق پہنچا تو صالح بن عبدالرحمٰن نے اس کو واسط کے قید خانے میں بھجوا دیا۔ جہاں حجاج بن یوسف کے خاندان کے بہت سے لوگ قید میں تھے۔ کہتے ہیں اس قید خانے میں بھی محمد بن قاسم نے کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

"اگر واسط میں مجھے قید کر دیا گیا زنجیروں میں باندھ کر بے کار کر دیا گیا ہے تو کیا ہوا؟ میں تو وہی ہوں جس نے شاہسواروں کے دل میں ہیبت بٹھا دی اور بہت سے حریفوں کو قتل کیا۔"

بہر حال اس قید خانے میں محمد بن قاسم کو رات دن سخت سزائیں دی جاتی تھیں جن کو وہ نہایت صبر اور بہادری کے ساتھ برداشت کرتا رہا۔ قید خانے میں ایک شخص کو خصوصیت کے ساتھ مقرر کیا گیا جو محمد بن قاسم پر سختیاں کرتا تھا۔

اس طرح صالح خارجی نے اب اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے جس کو حجاج نے قتل کرایا تھا محمد بن قاسم کو واسط کے قید خانے میں ایسے لوگوں کے حوالے کر دیا جنہوں نے محمد بن قاسم کو اس قدر زدوکوب کیا کہ وہ ان سزاؤں اور تکلیفوں کو بھگتے بھگتے 22 سال کی عمر میں واسط کے قید خانے ہی میں انتقال کر گیا۔

قید خانے میں محمد بن قاسم کے مرنے کی اطلاع جب سندھ میں پہنچی تو سندھ کے لوگوں نے محمد بن قاسم کی وفات کی خبر سن کر بڑا ماتم کیا اور وہ محمد بن قاسم کے اخلاق و اوصاف کو یاد کر کے روتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے کیرج شہر میں محمد بن قاسم کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے محمد بن قاسم کا ایک مجسمہ بنا کر نصب کر دیا تھا۔

بلاشبہ محمد بن قاسم عالم اسلام کا ایک عظیم و نایاب سپہ سالار تھا۔ محمد بن قاسم صرف ۱۷ سال کی عمر میں چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ سندھ آیا صرف ساڑھے تین سال اس نے سندھ کی سرزمین میں قیام کیا اور اس مختصر سی مدت میں محمد بن قاسم نے پورے سندھ کو فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کر دیا اور سندھ میں ایک منصفانہ اور عادلانہ نظام سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ وہ ایک ایسا سالار تھا جس کی جرأت مندی و دلیری اور انصاف پسندی اور جانثاری کے دوست دشمن سب معترف تھے۔ اس کی دانائی اس کے تدبر اس کی سلامت روی اور اس کی رواداری کا سکہ فتح کیے جانے والے سارے علاقوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ افسوس چند غیر ذمہ دار اور انتقامی مزاج رکھنے والے افراد کی وجہ سے عالم اسلام کا عظیم فرزند صرف 22 سال کی عمر میں اس عالم فانی سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گیا۔